تکبّر

ترتیب وتالیف

مولانا محمد جواد نوری

ناشر

محمد امین مرچنٹ

وکیل آیت .... العظمیٰ سید علی حسینی السیستانی دام ظلہ العالی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

اے ابو ذرؓ! سب سے زیادہ جہنم میں جانے والے متکبر لوگ ہونگے۔

(عین الحیٰوۃ علامہ مجلسی۔ ص ۶۶۰)

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا!

غرور وغفلت کے نشے میں مست لوگ، شراب کے نشے میں چُور لوگوں سے بھی زیادہ دیر میں ہوش میں آتے ہیں۔

(غرر الحکم۔ ص ۳۴۰)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا!

جو شخص بھی تکبر کرتا ہے اور بڑائی ہانکتا ہے وہ ایسا اُس حقارت اور کمتری کی وجہ سے کرتا ہے جو وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔

(اصول کافی۔ ج ۳۔ ص ۴۶۱)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

عنوان کتاب: تکبّر

ترتیب وتالیف: مولانا محمد جواد نوری

مدیر اعزازی

محمد علی الیف مرچنٹ

سلسلہ تربیت اسلامی نمبر 18

کمپوزنگ، ڈیزائینگ .... ملک علیم علی

صفحات 80

تعداد 1000

مطبع .... امیہ اکیڈمی

طبع اوّل .... جون 2005ء

ناشر

محمد امین مرچنٹ

وکیل آیت اللہ العظمی السید علی حسینی السیستانی مدظلہ العالی

G-300 زہرا گارڈن شاہنواز بھٹو روڈ سولجر بازار کراچی (پاکستان)

فون نمبر: 7212451 - 7235433

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکبّر

ترتیب وتالیف

مولانا محمد جوّاد نوری

ناشر

محمد امین مرچنٹ

وکیل آیت اللہ العظمیٰ السید علی حسینی السیستانی دام ظلہ العالی

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
۱	عرض مولف
۵	تقریظ
۸	تکبر کے معنی
۹	حقیقی بڑائی اور کبریائی کا مالک کون؟
۱۱	تکبر قرآن کی نظر میں
۱۲	شیطان متکبرین کا امام
۱۵	حکیم لقمان کے پند و نصائح
۱۸	چلنے پھرنے کے آداب
۲۰	گفتگو کے آداب
۲۳	تکبر کے ذریعے تم نہ زمین کو چیر سکتے ہو نہ پہاڑوں کو چھو سکتے ہو
۲۵	ہادیان اسلام کی سبق آموز زندگی
۲۸	اسلام کیا چاہتا ہے
۳۰	اللہ تین آدمیوں کو ناپسند کرتا ہے
۳۱	اللہ کے تین محبوب بندے
۳۲	اقسام تکبر
۳۲	خدا کے مقابلے میں تکبر
۳۷	پیغمبرؐ اور امامؑ کے مقابلے میں تکبر
۳۹	پیغمبرؐ اور امامؑ کے نمائندوں سے اکڑنا

اللہ کے بندوں کے مقابلے میں تکبر	۴۰
مولا علی کیا فرماتے ہیں	۴۴
اسباب تکبر	۴۵
خاندانی شرافت اور شہرت	۴۸
تکبر پیدا کرنے میں مال و دولت کا کردار	۴۹
عہدہ و منصب حسن اور پیروکار	۵۰
جسمانی طاقت وقوت پر غرور و گھمنڈ	۵۵
ظاہری حسن و خوبصورتی	۵۶
تکبر کی خطرناک بیماری کا علاج	۵۷
علمی علاج	۵۸
عملی علاج	۶۰
غیر مسلم ماہرین نفسیات اور دانشور کیا کہتے ہیں	۶۴
مشہور مغربی فلسفی ''اسپنوزا'' کہتا ہے	۶۴
اپکٹاتوس کیا کہتا ہے	۶۵
ڈاکٹر کارل اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے	۶۶
پروفیسر روبنسون کہتا ہے	۶۷
ختم کتاب	۶۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''عرضِ ناشر''

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علی اھلہا

کربلا کا اسیر قافلہ بی بی زینبؑ اور سید الساجدینؑ کی سرکردگی میں یزید لعین کے دربار میں داخل ہوتا ہے۔ بیبیوں کے سروں پر چادر نہیں، انہوں نے اپنے بالوں سے چہروں کو چھپایا ہوا ہے۔ سیّد الساجدینؑ کے پیروں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں اور دوسری طرف یزید لعین اپنے زرق برق لباس میں ملبوس تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ دربار سجا ہوا ہے۔ یزید لعین بڑے فخر اور تکبّر کے ساتھ بی بی زینبؑ کی طرف دیکھ کر قرآنِ مجید کی یہ آیت پڑھتا ہے:

وتعز من تشاء وتذل من تشاء

ترجمہ:۔ اور تو ہی جس کو چاہے عزت دے اور تو ہی جسے چاہے ذلت دے۔ (سورہ آل عمران۔ آیت ۲۶)

اُسی وقت اذان کی آواز گونجتی ہے۔ بی بی زینبؑ یزید سے

مخاطب ہوتی ہیں۔ اے یزید اذان میں جس کا نام لیا جارہا ہے وہ تیرا جد ہے یا میرا۔ تُو اپنی ماڈی برتری کی وجہ سے قرآن مجید کی آیت کی غلط تفسیر کر رہا ہے۔ اس کے بعد بی بی زینبؑ ایک پر جوش خطبہ دیتی ہیں۔ جس سے سارا دربار لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔

اس واقعہ کا تذکرہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ماڈی برتری، اختیارات اور دولت کی فراوانی سے عزت حاصل نہیں ہوتی۔ عزت، تقوٰی اور روحانی برتری کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بی بی زینبؑ اور سید الساجدینؑ روحانیت اور تقوٰی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں اور یزیدِ لعین تکبّر کا واضح استعارہ۔

مومنین یزید، فرعون، نمرود، ہامان، شدّاد اور موجودہ صدی کے کچھ متکبر اہلِ حکم جو اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں اور کچھ جو انشاءاللہ تعالیٰ پہنچ جائیں گے۔ کچھ جو اپنے آپ کو کُھلم کُھلا خدا کہتے تھے اور کچھ جو اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُنکے متعلق بحث نہیں کرنی۔ ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ تکبّر جو ابلیس اور ان بادشاہوں کی بے راہ روی کا باعث تھا۔ ہمارے معاشرے کی بنیادوں کو دیمک کی طرح کھوکھلا کر رہا ہے۔ ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ کوئی اپنے علم پر تکبّر کرتا ہے، تو کوئی دولت پر کوئی وجاہت پر تو کوئی خاندان پر۔

یہاں تک کہ شوہر بیوی پر، ساس بہو پر، داماد سسرال پر پُر غرور انداز میں رُعب ڈالتا ہے، اس تکبر اور انا کی وجہ سے ایک ہی خاندان میں اور ایک ہی خون میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔

جو اپنا خون ہو اس شخص کو ہی اجنبی کہنا
بہت مشکل ہے ایسی زندگی کو زندگی کہنا

(علی آذر)

بھائی سے بھائی جدا ہے آذر
کتنی ظالم ہے انا دیکھو تو

(علی آذر)

بعض اوقات تو ماں باپ اپنی ناز و نعم میں پلی بڑھی بیٹی کی شادی کر کے اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگتے ہیں۔ کیونکہ داماد طرح طرح سے اپنے تکبر کا مظاہرہ کر کے اُنکا جینا اجیرن کر دیتا ہے اور اگر کوئی داماد اپنے سسرال کے ساتھ بیٹوں کی طرح پیش آتا ہے تو اسکے متعلق طرح طرح کی باتیں کی جاتی ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ آج کل کسی کے پاس تھوڑی بہت دولت آجائے یا اختیار تو اسکے اندر تکبر کے جراثیم پنپنے لگتے ہیں۔

تھوڑا سا مال تھوڑا بہت اختیار ہے
اس پر سمجھ رہے ہیں کہ جیسے خدا ہوئے

(علی آزر)

آپ کا مشاہدہ ہوگا کہ ایک معمولی کلرک کے پاس اگر کچھ اختیارات آجائیں تو وہ لوگوں کو لوہے کے چنے چبواتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنا مقصد یعنی اپنی مرضی کی رشوت حاصل نہیں کر لیتا۔ غرض تکبر میں ہر شعبے اور ہر پیشے سے متعلق شخص مبتلا نظر آتا ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو انسان کی حقیقت ہی کیا ہے، کس بات پر وہ تکبر کرتا ہے، اسکی ابتداء ایک نجس نطفہ اور انتہا مردار ہے کہ مردے کو ہاتھ لگانے پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

تکبر گناہ کبیرہ ہے اور ہمیں اس سے ہر صورت میں نجات حاصل کرنی چاہیئے۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات کو دل میں جگہ دیں جب ہی یہ ممکن ہے۔

کبھی دل بھی جھکا ہوتا تمہارا
مزا آتا تمہیں پھر بندگی کا

(علی آزر)

تکبر کی ایک قسم منافقت سے جڑی ہوئی ہے۔ اس میں متکبر شخص

بظاہر تو لوگوں کے ساتھ ہنس ہنس کر پیش آتا ہے لیکن دل میں وہ انہیں کمتر اور حقیر سمجھتا ہے اور خود کو بہت بڑا۔ بظاہر وہ ان سے اسلئے اچھی طرح پیش آتا ہے کہ اس میں اُسکا کوئی مفاد پوشیدہ ہوتا ہے۔ مفاد کے پورا ہوتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آجاتا ہے۔

مومنین آپ کو علم ہے کہ ہماری ہر کتاب میں مولف قرآن مجید، احادیثِ نبویؐ اور ائمہ کرامؑ کے اقوال سے مدد لیکر موضوع کے متعلق لکھتے ہیں اور میں اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ عام فہم زبان میں اس موضوع کو لوگوں کے ذہن میں تازہ کروں جس پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

اس کتاب کے مولف مولانا محمد جواد نوری ہیں۔ اس سے پہلے اُنکی ایک کتاب "عزاداری" کے موضوع پر آچکی ہے، جسے مومنین کرام نے بہت پسند کیا ہے۔ اس کتاب میں مولانا محمد جواد نوری نے تکبّر کے متعلق تفصیل سے بیان کیا ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبّر سے ہمیں محفوظ رکھے۔ (آمین)

والسلام الحقر
محمد امین مرچنٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''عرضِ مولف''

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علیٰ اھلھا

امابعد

اپنے آپ کو بڑا اور باقی سب کو حقیر اور چھوٹا خیال کرنا ایسی عظیم بلا اور مہلک بیماری ہے، جو نہ صرف بذاتِ خود گناہانِ کبیرہ اور صفاتِ رذیلہ میں سے ہے بلکہ بہت سے دیگر بڑے بڑے گناہوں کی بنیاد اور سرچشمہ قرار پائی ہے۔ خدا سے غفلت، نعمتوں کی کفران، عیاش اور ہوس بازی میں غرق ہونا، دوسروں کی تحقیر و تذلیل، لوگوں کا مذاق اڑانا وغیرہ اِسی صفتِ رذیلہ وخبیثہ کے منحوس اور بُرے اثرات ہیں۔

اپنی خلقت کی ابتدا و انتہا کے حقائق سے بے خبر لوگ جب مال و دولت یا کسی مقام و منصب کے ساتھ کسی اچھی منزل پر پہنچ جاتے ہیں تو وہ تکبر وغُرور اور خود پسندی و خود پرستی میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور کسی دوسرے کی قدر و قیمت کے قائل ہی نہیں ہوتے، وہ اپنی برتری و بالاتری اور دوسروں کی پستی و کمتری کے تصورات و خیالات کی دنیا میں

ڈوبے رہتے ہیں اور خود کو باقیوں سے علیحدہ کوئی اور مخلوق خیال کرنے لگتے ہیں۔ یہی چیز انکے معاشرے سے جدا ہونے اور معاشرے کے ان سے متنفر ہو کر الگ ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارا معاشرہ بھی ان منحوس اور بُرے اثرات سے محفوظ نہیں ہے، سب ہی افراط و تفریط کی انحرافی راہوں پر گامزن اور محوِ سفر ہیں، نظم و ضبط، اخلاق و مساوات اور اعتدال کا نام ونشان نظر نہیں آتا جس کے نتیجے میں طرح طرح کے انحرافات اور مظالم و جرائم میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ کوئی ایک منٹ ایسا نہیں گزرتا جس میں معاشرہ کے اندر غیر اخلاقی، غیر اسلامی وغیر انسانی دلسوز واقعہ رونما نہ ہوتا ہو۔ نیکیاں کم جبکہ بُرائیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ نیکی اور اچھائی کی حوصلہ افزائی اور تبلیغ و ترویج کم جبکہ برائی اور گندگی کی تبلیغ و ہمت افزائی بہت زیادہ ہوگئی ہے، اسلام کے نام پر حاصل کردہ ریاست میں یہ ایک ایسی بڑی مشکل ہے، جس نے پورے معاشرے کو اپنی گرفت اور لپیٹ میں لے لیا ہے۔

ایسی صورت حال میں اپنی ذمہ داری کا احساس و ادراک کرتے ہوئے محترم جناب محمد امین مرچنٹ صاحب (وکیل حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید علی الحسینی السیستانی مدظلہ العالی) نے اپنی قدرت و بساط

کے مطابق ''تربیت اسلامی'' کے نام سے جس اہم مشن، پروگرام اور سلسلہ کا آغاز کیا ہے وہ درحقیقت ''اصلاحِ معاشرہ'' کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ یقیناً معاشرہ کا ہر فرد اپنے اپنے دائرہ میں زبان وقلم، علم و عمل اور مالی طور پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر یعنی اصلاح معاشرہ کا بیڑا اٹھالے اور صبر وجرأت کیساتھ اس الٰہی ہدف کیلئے کوشاں ہو جائے، تو رفتہ رفتہ معاشرہ سعادت مند، ترقی وخوش بختی کا ضامن اور کامیاب ہوسکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب، ''تکبر وخود پسندی'' تربیتِ اسلامی کے سلسلے کی اٹھارویں (۱۸) کتاب ہے۔ امید ہے کہ قرآن و احادیث معصومینؑ کی روشن تعلیمات اور تربیتی ونفسیاتی مسائل کے مصادر و ماخذ سے ماخوذ یہ کتاب تمام لوگوں کی اخلاقی واجتماعی رہنمائی کیلئے سودمند نیز تکبر وغرور جیسے گناہِ کبیرہ وصفتِ رذیلہ کی صحیح نشاندہی اور اسکے مرتکب افراد کی اصلاح وعبرت کی راہ میں معاون ومفید ثابت ہوگی۔ (انشاء اللہ الکریم)

حقیر نے کوشش کی ہے کہ اس اہم موضوع کو آج کی سلیس زبان میں لکھا جائے اور نامانوس وغیر ضروری اصطلاحات ومحاورات

سے گریز کیا جائے۔ کتاب کے محدود صفحات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے موضوع کے اہم پہلوؤں کو واضح کرنے کیساتھ ساتھ کچھ روحانی و تربیتی مسائل کا بھی مختصر طور پر ذکر کیا جائے، اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں اسکا فیصلہ محترم قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

آخر میں خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ خداوند دنیا کی محبت جو تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے اسے ہمارے دلوں سے نکال دے۔ پروردگارِ عالم تو آشکار و پنہاں سب سے آگاہ ہے، ہمارے مخفی و آشکار تمام گناہوں کو اپنے لطف و کرم سے بخش دے۔

آمین یارب العالمین

احقر العباد!

محمد جواد نوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''تقریظ''

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ ڈاکٹر محسن نقوی

والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم و اھل بیتہ الطیبین الطاھرین المعصومین

اما بعد!

ہماری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ اس ''مسودہ'' کے مطالعے کی سعادت ہمیں حاصل ہوئی۔ یہ کتاب نفسِ انسانی کی ان بڑی بیماریوں میں سے ایک کے بارے میں ہے جو انسان کو اس معاشرے میں تباہ کر دیتی ہیں اور تنہا چھوڑ دیتی ہیں۔

امام علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں تکبّر کرنے والے کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ (غرر الحکم) یہ تکبّر انسان کو طرح طرح کے عیوب میں مبتلا کرتا ہے۔ طرح طرح کی خواہشات کو نفسِ انسانی میں جنم دیتا ہے، جن کا پورا کرنا اسے تہہ در تہہ گناہوں میں مبتلا کرتا ہے۔ امام علی علیہ

السلام فرماتے ہیں دیکھو تکبر سے بچو کیونکہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے، گناہوں کی ماں ہے اور ابلیس کا زیور ہے۔ (غرر الحکم) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ، انبیاء و رسلؑ آئمہ علیہم السلام اور انکے نمائندوں سے تکبّر کرنا انسان کو کفر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں تین باتیں کفر کی جڑوں کی طرح ہیں ایک تو لالچ، دوسرے تکبّر اور تیسرے حسد۔ (مشکاۃ الانوار ج: ۳۳۰) تکبّر اور بڑائی جتانا یا شیخی مارنا بہت بڑی بیماری ہے اور ذہنی دیوالیہ پن کی پہلی نشانی ہے۔ کیونکہ تکبّر صرف ذاتِ الٰہی کو زیبا ہے ''اللہ اکبر'' اللہ سب سے بڑا ہے۔ وہ متکبّر ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کبریائی اللہ کی رِدا ہے اور جو تکبّر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی رِدا کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۷۳ ص ۲۱۴) اب آپ خود ہی سوچیے جو شخص اللہ سے جھگڑے اس کا کیا حشر ہوگا؟

قابلِ مبارکباد ہیں مولانا محمد جواد نوری جنہوں نے انتہائی محنت و جانفشانی سے قرآن، حدیثؑ اور سیرت آئمہ علیہم السلام کو سامنے

رکھتے ہوئے انکے اقوال وافعال کو سند قرار دیتے ہوئے تکبر جیسے اُمّ العیوب پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اور اس کے مختلف پہلوؤں کا انتہائی خوبی سے احاطہ کیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف ''مرضِ تکبر'' کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگی بلکہ یہ اس مرض کے ''علاجِ شافی'' کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں دست بدُعا ہوں کہ مولانا محمد جواد نوری کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور مومنین کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

خادم الشریعۃ۔ عبدالمہدی عجل

ڈاکٹر محسن نقوی

کراچی

''تکبّر کے معنیٰ''

تکبر ''حُبِ ذات'' میں افراط وتفریط کے باعث انسان میں پیدا ہونے والی اس حالت، عادت اور مہلک بیماری کا نام ہے جس کے نتیجے میں انسان کے دل میں دوسرے افراد سے محبت کرنے نیز انکی عزت اور قدر و قیمت کے اعتراف کیلئے جگہ ہی باقی نہیں رہتی۔ یہی حُبِ ذات میں تجاوز انسان کو اپنی غلطیوں اور خامیوں کے اعتراف سے روکتا ہے اور دوسروں کی اچھائیوں اور خوبیوں کے ادراک واحساس کی راہ میں بھی رکاوٹ بنتا ہے اور ان حقائق کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہونے دیتا۔ جن سے اسکے تکبّر کا شیشہ چُور ہو جاتا ہو۔

دوسرے الفاظ میں تکبر سے مراد ''دوسروں پر بڑائی جتانا، خود کو دوسروں سے اونچا اور بڑا سمجھنا، اپنے علاوہ سب کو نیچا اور چھوٹا سمجھنا اور اس بات کو اپنے قول وعمل سے دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا ہے۔'' جسے انسان کی صفاتِ رذیلہ وخبیثہ میں سے قرار دیا گیا ہے اور قرآنِ حکیم کے علاوہ نص وسندِ معتبر سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ گناہانِ

کبیرہ میں سے ہے۔ یہ کبھی تو احساسِ برتری سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی حقارت اور احساسِ کمتری اسکا سبب اور موجب بنتا ہے، تکبر و غرور کے معنی سمجھنے کیلئے امام جعفر صادق علیہ السلام کے دو اقوال کافی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا! ''تکبّر یہ ہے کہ تو دوسروں کو چھوٹا سمجھے اور حقیقت سے پہلو تہی کرے''۔ ایک اور مقام پر آپؑ فرماتے ہیں! ''جو شخص بھی تکبر کرتا ہے اور بڑائی ہانکتا ہے وہ ایسا اُس حقارت اور کمتری کی وجہ سے کرتا ہے جو وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے''۔

حقیقی بڑائی اور کبریائی کا مالک کون؟

جو شخص اپنی اور دوسروں کی قدر و قیمت اور حیثیت کا اندازہ لگانے میں حقیقت پسند اور انصاف پسند ہو وہ دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف کرتا ہے اور حقیقت قبول کرتے ہوئے خود بخود تکبر سے اجتناب برتتا ہے۔ متکبّر شخص دوسروں پر بڑائی اور فوقیت جتاتے ہوئے بھی اپنے اندر احساسِ کمتری محسوس کرتا ہے اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں کافی خامیاں اور کمزوریاں ہیں تاہم ان خامیوں کو دور کرنے کی تدبیر اور ثابت قدمی کی کوششوں کے بجائے وہ ان پر پردہ ڈالتا ہے اور ہر حال

میں اپنے آپ کو بڑا بنا کر پیش کرتا ہے جبکہ حقیقی بڑائی، کبریائی اور عظمت وجلالت کا مالک صرف خدائے بزرگ و برتر ہے اسی کو یہ بات سجتی ہے کہ اپنی بزرگی، کبریائی، لامحدود کمالات، غیر مشروط قدرت، علم سلطنت اور حاکمیت وغیرہ کی تعریف کرے اور اپنی بڑائی و برتری کا اظہار کرے کیونکہ وہ واقعی ایسا ہی ہے لیکن دوسرے جنہیں اس نے پیدا کیا ہے جنہیں وہ پالتا ہے اور جو اسکے زیر تسلط ہیں وہ بذاتِ خود کچھ بھی نہیں رکھتے اور سبھی اسکے بندے ہیں لہذا، انہیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھیں۔ انہیں چاہیے کہ روحانی، اخلاقی اور علمی خوبیاں حاصل کر کے اچھے کردار و اخلاق اپنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے زیادہ بڑائی، عزت اور مقام حاصل کریں نہ کہ پست اور کمزور ہوتے ہوئے اور تمام کمالات سے دور اور محروم ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بڑا سمجھیں اور بزرگی کا مصنوعی اور جعلی لبادہ اوڑھ لیں کیونکہ بارگاہِ خداوندی میں محبوب، افضل اور برتر بننے کیلئے جو پیمانہ اور معیار ہے وہ تقویٰ ہے۔ ''اللہ کے ہاں تم میں سب سے عزت و کرامت والا وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو''۔ (القرآن)

"تکبّر قرآن کی نظر میں"

قرآنِ حکیم نے اپنے دامنِ علم وحکمت میں غرور وتکبّر کے حوالے سے بے شمار عبرت انگیز داستانوں اور واقعات کو جگہ دی ہے جو بنی نوع انسان کیلئے باعثِ عبرت، سبق آموز اور ابدی پیغامِ ہدایت کے حامل ہیں۔ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ: اور جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کیلئے سجدہ وخضوع کرو تو شیطان کے علاوہ سب نے سجدہ کیا اس نے انکار کر دیا اور تکبّر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

(سورہ بقرہ آیت ۳۴)

یعنی تکبّر وغرور کا گناہ سب سے پہلے شیطان سے سرزد ہوا جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ سورۃ حجر میں ارشاد ہوتا ہے: ترجمہ:۔ اور (اے رسول وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک آدمی کو خمیر دی ہوئی مٹی سے ~ (سوکھ کر) کھن کھن بولنے لگے پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جس وقت میں اس کو ہر طرح سے درست کر چکوں اور اس میں اپنی (طرف

سے) روح پھونک دوں تو سب کے سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ غرض فرشتے تو سب کے سب سربسجود ہو گئے، مگر ابلیس (ملعون) کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دیا (اس پر خدا نے) فرمایا او شیطان آخر تجھے کیا ہوا کہ تُو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا، وہ (ڈھٹائی سے) کہنے لگا میں ایسا گیا گزرا تو نہیں ہوں کہ ایک ایسے آدمی کو سجدہ کر بیٹھوں جسے تو نے سڑی ہوئی کھن کھن بولنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (خدا نے) فرمایا تُو بہشت سے نکل جا بیشک تُو مردود ہے اور یقیناً تجھ پر روزِ جزا تک پھٹکار برسا کرے گی۔ (سورۂ حجر آیات ۳۵-۲۸) (مترجم: مولانا فرمان علی)

''شیطان متکبّرین کا امام''

واضح رہے کہ شیطان فرشتوں میں نہیں تھا لیکن اس نے اطاعتِ الٰہی کے ذریعے ایسا بلند مقام حاصل کر لیا تھا کہ ملائکہ کی صفوں میں شامل ہو گیا تھا بلکہ فرشتوں کا معلّم بن گیا تھا اور جیسا کہ نہج البلاغہ کے خطبۂ ''قاصعہ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے چھ ہزار سال خدا کی عبادت کی تھی لیکن وہ یہ تمام مقامات و درجات گھڑی بھر کے تکبّر کے

باعث کھو بیٹھا اور پیشوائے متکبرین میں سے قرار پایا، دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل اور ملعون ٹھہرا، یہ ہے خود پسندی، تکبر و غرور، تعصب اور استکبار کا نتیجہ۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے خطبہ قاصعہ میں ابلیس کو ''عدو اللہ'' (دشمنِ خدا) امام المتعصبین (متعصب اور ہٹ دھرم لوگوں کا پیشوا و امام) اور سلف المتکبرین (متکبرین کا بزرگ و سردار) کہہ کر پکارتے ہیں اور فرماتے ہیں: اسی لئے خدا نے عزت کا لباس اسکے بدن سے اتار دیا اور ذلت کی چادر اسکے سر پر ڈال دی۔

ایک حدیث میں امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ: گناہوں کی کئی قسمیں اور کئی اسباب ہیں، لیکن معصیت کا سب سے بڑا سبب ''تکبر'' ہے جو ابلیس کا گناہ تھا، جسکی وجہ سے اس نے خدا کے فرمان سے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ اسکے بعد دوسرا گناہ ''حرص'' بنا، جس کی بنا پر حضرت آدمؑ و حوّاؑ سے گناہ (ترکِ اولیٰ) سرزد ہوا۔ اسکے بعد ''حسد'' جو، ان کے بیٹے (قابیل) کے گناہ کا سبب بنا، جس نے اپنے بھائی (ہابیل) سے حسد کیا اور اسے قتل کر دیا۔

(سفینۃ البحار ج ۲ ص ۴۵۸)

ابلیس کی سرکشی، غرور و خود پسندی اور عصیان کا ماجرا سورۃ اعراف کا بھی تفصیلی حصہ بنا ہے دیکھیئے آیات (۱۸-۱۱) ابلیس کی جانب سے انکار و سرکشی کے بعد اللہ نے سوال کیا ترجمہ: (اللہ نے) فرمایا: تجھے کس چیز نے سجدے سے روکا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے خاک سے، (خدا نے اسکے جواب میں) فرمایا! یہاں سے نیچے اتر جا کیونکہ تیری یہ مجال نہیں کہ تو یہاں رہ کر غرور کرے، تو یہاں سے نکل جا، تو (دراصل) پست و حقیر افراد میں سے ہے۔

(سورہ اعراف آیت ۱۳-۱۲)

پھر جب شیطان نے بنی آدم کو بہکانے کا عہد کیا اور افرادِ انسانی کو گمراہ کرنے کی جرأت، جسارت، ہٹ دھری اور دھمکی کا برملا اظہار کیا تو خدا نے اس سے فرمایا! ”اس مقام سے بدترین ننگ و عار کیساتھ نکل جا اور ذلت و خواری کیساتھ نیچے اتر جا، میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ جو بھی تیری پیروی کریگا میں جہنم کو تجھ سے اور ان سے بھر

دونگا"۔ (سورہ اعراف آیت ۱۸)

شیطان کی سرکشی اور غرور وتکبر کے بارے میں سورۃ کہف اور سورۃ ص کی آیات سے بھی محترم قارئین مستفید ہوسکتے ہیں۔

"حکیم لقمان کے پند ونصائح"

ہماری گفتگو اور روئے سخن قرآن کی نظر میں غرور وتکبر ہے لہذا تکبر وخود پسندی کی مذمت وفروتنی کی مدح کو سمجھنے کیلیے ہم سورۃ لقمان کی طرف رجوع کرتے ہیں جسکی آیات ہمارے موضوع کے عین مطابق اور آداب زندگی وآدابِ معاشرت کے حوالے سے قرآن حکیم کا ایک اہم باب ہے: ارشاد ہوتا ہے (ترجمہ) بیٹا بے اعتنائی کیساتھ لوگوں سے روگردانی نہ کرو اور غرور کیساتھ زمین پر نہ چلو کیونکہ خدا کسی متکبّر اور مغرور کو دوست نہیں رکھتا، بیٹا چلنے میں اعتدال اور میانہ روی کو پیش نظر رکھو اپنی آواز کو دھیما رکھو (اور ہرگز اونچی آواز سے نہ بولو) کیونکہ بدترین آواز گدھوں کی آواز ہے۔

(سورۃ لقمان ۱۹-۱۸) (مترجم: علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم)

حکیم لقمان سب سے پہلے تواضع، فروتنی اور خندہ پیشانی سے پیش آنے کی ہدایت کرتے ہوئے کہتے ہیں ''بے اعتنائی کیساتھ لوگوں سے روگردانی نہ کرو اور مغرورانہ انداز میں روئے زمین پر نہ چلو کیونکہ خدا کسی متکبر اور مغرور کو دوست نہیں رکھتا'' آیت میں موجود لفظ ''تُصعِّرْ'' صعر کے مادہ سے ہے جو دراصل ایک قسم کی بیماری ہے جو اونٹ کو لاحق ہوتی ہے جس سے وہ اپنی گردن ٹیڑھی کرتا ہے ''مَرَح'' نعمت سے پیدا ہونے والے غرور اور مستی کے معنی میں ہے ''مختال'' ایسے شخص کے معنی میں سے ہے جو دوسروں پر اپنی بڑائی جتائے ''فخور'' فخر کے مادہ سے نکلا ہے اور اس کے معنی ہیں جو شخص دوسرے کے مقابل فخر اور ناز کرتا ہے البتہ ''مختال'' اور ''فخور'' میں فرق یہ ہے کہ ''مختال'' کا تعلق ذہن میں پیدا ہونیوالے متکبرانہ خیالات سے ہوتا ہے اور ''فخور'' کا تعلق تکبر آمیز اعمال سے ہے، اسطرح سے حکیم لقمان یہاں دو بُری اور ناپسندیدہ صفات کی طرف (جو معاشرہ کے منظّم و مضبوط روابط کے منقطع ہونے کا سبب ہیں) اشارہ کرتے ہیں ایک تو تکبر اور بے اعتنائی اور دوسری خود پسندی اور غرور

ہے۔ یہ دونوں ناپسندیدہ صفات مشترک ہیں جو انسان کو توہّم خیال اور اپنے آپ کو برتر اور بالاتر سمجھنے کی دنیا میں غلطاں کرتی ہیں اور دوسروں سے اس کے روابط کو منقطع اور ختم کرنے کا باعث بنتی ہیں، خصوصاً ''صعر'' کے اصلی اور لغوی مادہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے واضح ہو جاتا ہے کہ اس طرح کی ناپسندیدہ صفات ایک قسم کی نفسیاتی اور اخلاقی بیماری اور تشخیص و تفکر میں ایک قسم کی بے راہ روی ہے۔ ورنہ روح اور نفس کے لحاظ سے ایک صحیح و سالم انسان کبھی بھی اس قسم کے تصورات اور خیالات میں گرفتار نہیں ہوتا۔ یہ بات کہے بغیر واضح ہے کہ ''حکیم لقمان'' کی مراد صرف لوگوں سے روگردانی کرنا، منہ پھیرنا یا مغرورانہ انداز میں اکڑ کر چلنا ہی نہیں بلکہ تکبر اور غرور کے تمام انواع و اقسام کیساتھ نبرد آزما ہونا بھی ہے۔ بعد والی آیت میں دو دیگر اخلاقی پروگرام بیان کئے ہیں، ''بیٹا! چلنے پھرنے میں اعتدال اور میانہ روی کا راستہ اختیار کرو اور بات کرنے میں بھی اعتدال کو مدِ نظر رکھو اور آواز دینے میں بھی آہستگی اختیار کرو، اور شور مچا کر بلند آواز سے نہ پکارو کیونکہ بدترین آواز گدھوں کی ہے''۔

''مذکورہ آیات کے ذیل میں چند اہم نکات''

چلنے پھرنے کے آداب

اگر چہ چلنا پھرنا ایک عام اور سادہ سا مسئلہ ہے لیکن یہی سادہ مسئلہ انسان کے اندرونی حالات اور اخلاق واطوار اور بعض دفعہ اسکی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے کیونکہ انسان کے عادات واطوار اسکے اعمال کے اندر منعکس ہوتے ہیں اور کبھی ایک چھوٹا عمل بھی اسکی گہری عادات کی غمازی کرتا ہے۔ ایک حدیث میں رسول خداؐ سے مروی ہے ''جو شخص غرور وتکبّر کے ساتھ زمین پر چلتا ہے تو زمین کے اندر کی اور اسکے اوپر کی چیزیں سب اس پر لعنت کرتی ہیں''

(نورالثقلین ج ۴ ص ۲۰۷)

ایک اور حدیث میں رسول اکرمؐ سے روایت ہے: پیغمبرؐ نے مغرورانہ اور متکبّرانہ انداز میں چلنے سے روکا ہے اور فرمایا جو شخص لباس پہنے اور اسکے ساتھ تکبّر دکھائے تو خداوندِ عالم اسے جہنم کے کنارے سے زمین کی تہہ میں بھیجے گا اور وہ قارون کا مقرب اور ساتھی

ہوگا کیونکہ قارون پہلا شخص تھا جس نے تکبّر وغرور کی بنیاد رکھی“۔

(نورالثقلین ج ۴)

امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث ہے کہ: ”خدا نے ایمان کو انسان کے اعضاء وجوارح پر واجب کیا ہے اور انکے درمیان اسے تقسیم کیا ہے، مثلاً انسان کے پاؤں پر واجب کیا ہے کہ گناہ اور معصیت کیطرف نہ جائیں بلکہ رضائے خدا کی راہ میں اُٹھیں، اسی لئے قرآن فرماتا ہے ”زمین میں تکبّر سے نہ چلو“ نیز فرماتا ہے ”چلنے میں اعتدال کی راہ کو پیشِ نظر رکھو“۔

ایک اور روایت میں ایک واقعہ پیغمبرؐ سے نقل ہوا ہے کہ آپؐ ایک بازار سے گزر رہے تھے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دیوانے کے گرد جمع ہیں اور اسکی طرف دیکھ رہے ہیں فرمایا! یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ عرض کیا گیا کہ ایک دیوانے کیلئے جو اعصابی حملہ کا شکار ہے! پیغمبر اسلامؐ نے اسکی طرف دیکھا اور فرمایا! یہ تو دیوانہ نہیں ہے! تم چاہتے ہو کہ واقعی دیوانے کا تم سے تعارف کراؤں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول

اللہ تو آپؑ نے فرمایا: حقیقی دیوانہ تو وہ ہے جو غرور و تکبّر کے ساتھ شانے جھٹک کر چلتا ہے، ہمیشہ اپنے پہلوؤں کی طرف دیکھتا ہے، اپنے بازوؤں کو اپنے کندھوں کیساتھ ہلاتا ہے (اور تکبّر و غرور اسکے سارے وجود سے ٹپکتا ہے) ایسا شخص واقعی دیوانہ ہے اور جسے تم دیکھ رہے ہو، یہ تو بیمار ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۶ ص ۵۷)

گفتگو کے آداب

مذکورہ آیات میں بات کرنے کے آداب کی جانب اشارہ کیا گیا، اسلام میں اس مسئلہ کیلئے ایک وسیع باب کھولا گیا ہے۔ جب تک بات کرنا ضروری نہ ہو تو سکوت بہتر ہے۔ ایک حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے "سکوت اور خاموشی، فکر کے آرام و راحت کا باعث ہے" (وسائل الشیعہ ج ۸ ص ۵۳۲)

ایک دوسری حدیث میں امام علی بن موسیٰ الرضاؑ سے مروی ہے کہ "عقل و فہم کی نشانیوں میں سے علم، حلم اور خاموشی ہے۔ سکوت اور خاموشی حکمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے"

(وسائل الشیعہ ج ۸)

لیکن دوسری طرف دیگر روایات میں یہ بات بھی زور دے کر کہی گئی ہے کہ جن موقعوں پر گفتگو کرنا ضروری ہو مومن کو کبھی بھی خاموشی اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ جنت میں پہنچنے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بُرمحل بات کرنا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے خطبہ قاصعہ کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''تکبّر سے پرہیز کرو اور نصیحت حاصل کرو، ان ہزاروں من مٹی میں دبنے والوں سے جنہوں نے دنیا میں اپنے برابر کسی کو نہ سمجھا اور تکبّر کیا، آج ان کا کیا حال ہے۔ اگر تکبّر کرنا اچھی بات ہوتی تو خداوندِ عالم اس صفت سے اپنے پیغمبروںؑ کو محروم نہ فرماتا۔ لیکن تکبّر کو ان کیلئے پسند نہیں فرمایا اور ربّ جلیل کے سامنے عبد کی پیشانی خاک پر رکھنے کو پسند کیا تاکہ اس امتحان میں کامیابی انکے بلند درجات کا باعث بنے۔ مال و دولت فتنۂ عظیم ہے اور فقر و درویشی امتحان کریم ہے۔ خداوندِ عالم متکبّرین سے اپنے مخلص، ضعیف اور کمزور بندوں کے ذریعے سے امتحان لیتا ہے۔ (خطبہ قاصعہ ۱۹۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ادنیٰ

لباسِ درویشانہ پہنے ہوئے عصا ہاتھ میں لئے فرعون کے دربار میں پہنچے اور فرعون سے کہا کہ اگر دائمی حکومت اور بلند عزت چاہتا ہے تو شرط یہ ہے کہ اسلام قبول کرلے۔ فرعون یہ سن کر ہنسا اور اہلِ دربار سے کہا کہ یہ فقیر جن کے پاس نہ پہننے کو کپڑے ہیں، نہ جاہ و جلال ہے، ہاتھوں میں درویشانہ عصا لئے ہوئے مجھ سے کہتے ہیں کہ ہم تجھے باقی رہنے والا ملکِ جاودانی اور عزت دینگے۔ اگر یہ اس قدر با اختیار ہیں تو ان کے پاس حکومت و دولت کیوں نہیں؟ انکے پاس سونے کے کنگن بھی نہیں ہیں اس بات سے یہ پتہ چلا کہ فرعون کی نظر میں حکومت و دولت اور سونے کے کنگن وغیرہ اچھی اور قابلِ عزت چیزیں تھیں۔ خداوندِ عالم اگر مال و دولت کو کوئی اچھی چیز جانتا تو وہ اپنے پیغمبروںؑ کو ضرور عطا فرماتا۔ مال و دولت حکومت اور بادشاہت عطا کرتا، مگر اصل مقصد فوت ہوجاتا اور متکبّر و مغرور دولت مند کا امتحان نہ ہوتا۔ رسولؐ اور پیغمبرؑ اگر صاحبِ ملک اور صاحبِ جاہ و جلال ہوتے تو متکبّر ان کے سامنے خدا کیلئے نہیں بلکہ مال و دولت کیلئے جھکتے۔ مگر خدا چاہتا تھا کہ یہ دیکھے کہ اسکے مخلص بندے کون کون ہیں۔ اسی طرح خدا نے چند معمولی

پتھروں اور مٹی سے اپنا گھر (خانہ کعبہ) تعمیر کرایا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سونے اور چاندی کی اینٹوں اور عنبر و زعفران کے گارے سے بنوا کر یاقوت و زمرد کی گل کاری سے انتہائی دلکش کر دیتا کہ دیکھتے ہی متکبروں کی گردنیں اسکے سامنے جھک جاتیں، مگر خالق کو اس مکان کی عظمت کے سامنے جھکا دینا مقصود نہ تھا بلکہ اپنی عظمت کے سامنے جھکا کر امتحان لینا اور مراتب میں بلندی عطا کرنا مقصود تھا۔

''تکبر کے ذریعہ تم نہ زمین کو چیر سکتے ہو نہ پہاڑوں کو چھو سکتے ہو!''

نماز کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ متکبر اور مغرور انسان اپنی پیشانی خاک پر رکھ کر عظمتِ الٰہی کا معترف ہو۔ دولت مند روزہ رکھ کر فقراء کی خدمت صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر بجالائے۔ زکوٰۃ اور خمس دیکر یہ سوچنے پر مجبور ہو کہ مجھے اس نے عطا فرمایا ہے لہذا مجھے بھی کسی ضرورت مند کو دینا چاہیئے۔ خانہ خدا کیسا ہی سادہ ہو کیونکہ ایک باعظمت ذات سے منسوب ہے لہذا مجھے اسکے ایک سیاہ پتھر کی بھی تعظیم خدا کے حکم کے

پیش نظر کرنی چاہیئے۔

قرآن کریم اپنے ایک خطاب میں متکبر ومغرور انسان کو اسکی حقارت اور پستی کی جانب متوجہ کرتا ہے (ترجمہ) روئے زمین پر غرور وتکبر کے ساتھ نہ چلنا کہ تم ہرگز زمین کو چیر نہیں سکتے اور تمہارا قد پہاڑوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ (بنی اسرائیل ۳۷)

قارئین محترم! ہم نے سورۃ لقمان میں زیرِ بحث آیت اور قرآن کی دوسری سورتوں کے ضمن میں جو کچھ کہا ہے اس سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ قرآن کا مقصد اور ہدف یہ ہے کہ غرور وتکبر کی کُلی طور پر مذمت کیجائے نہ کہ اسکے کسی خاص موقع کی یعنی چلنے پھرنے یا گفتگو کے انداز کی۔ کیونکہ غرور وتکبر خدا فراموشی، خود فراموشی، فیصلے میں اشتباہ، راہ حق سے گمراہی، شیطان کے راستے سے وابستگی اور طرح طرح کے گناہوں سے آلودگی کا سرچشمہ ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علی بن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ غرور وغفلت کے نشے میں مست لوگ شراب کے نشے میں چور لوگوں سے بھی زیادہ دیر میں ہوش میں آتے ہیں۔ (غرر الحکم ص ۲۴۰)

دوسری طرف پرہیزگاروں کی صفات بیان کرتے ہوئے اپنے خطبہ ''ہمام'' میں مولاؑ فرماتے ہیں اوران کی چال ڈھال میں عجزو انکساری ہوتی ہے۔

(نہج البلاغہ خطبہ۱۹۳)

نہ صرف کوچہ وبازار میں چلتے ہوئے ان میں انکساری ہوتی ہے بلکہ زندگی کے تمام امور میں، یہاں تک کہ مطالعات فکری اور نظریات وافکار کے سفر میں انکساری انکے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔

''ہادیانِ اسلام کی سبق آموز زندگی''

ہادیانِ اسلام کی اپنی زندگی اس سلسلے میں ہر مسلمان کیلئے بہت ہی سبق آموز اور نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی سیرت میں ہم پڑھتے ہیں کہ آپؐ ہرگز اجازت نہیں دیتے تھے کہ جس وقت آپؐ سوار ہوں تو کچھ لوگ پیادہ (پیدل) آپؐ کے ہم رکاب چلیں بلکہ فرماتے تھے: تم فلاں جگہ پہنچو، میں بھی آجاؤں گا، وہاں ملاقات ہوگی۔ پیادہ شخص کا سوار کے ساتھ چلنا پیادہ کی ذلت کا سبب بنتا ہے۔

نیز پیغمبر اکرمؐ زمین پر بیٹھتے، غلاموں کی سی سادہ غذا کھاتے، بکری کا دودھ دوہتے، یہاں تک کہ جب آپؐ کے اقتدار کا زمانہ تھا مثلاً فتح مکہ کے دن بھی اسی طرح کے کام انجام دیتے تھے تاکہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ کسی مقام پر پہنچنے سے غرور وتکبر پیدا ہو گیا ہے، کوچہ و بازار کے لوگوں اور کمزوروں سے الگ رہنے لگے ہیں اور محنت کش عوام سے بیگانہ ہو گئے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے حالات میں بھی ہے کہ آپؑ گھر کیلئے خود پانی بھرتے، بعض اوقات گھر میں جھاڑو دیتے، اپنے کپڑوں اور جوتوں میں پیوند خود لگاتے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے حالات میں ہم پڑھتے ہیں کہ کئی سواریاں آپؑ کے پاس تھیں، اسکے باوجود آپؑ بیس مرتبہ پاپیادہ بیت اللہ کی زیارت (حج) سے مشرف ہوئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ رات گئے سوئے ہوئے فقراء اور مساکین کیلئے اپنے دوش پر غذا لے جاتے تھے، اس سلسلے میں ایک واقعہ موضوع کے عین مطابق ہے جو امام

علیہ السلام کی عجز و انکساری اور تواضع و فروتنی کی بہترین مثال ہے:۔
حضرت امام جعفر صادقؑ کے اخراجات کا نگران بیان کرتا ہے کہ برسات کا موسم تھا، تاریک شب تھی ہلکی ہلکی بونداباندی ہو رہی تھی کہ میں نے ایک شخص کی آہٹ محسوس کی نزدیک سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ میرے مولا و آقا امام جعفر صادقؑ ہیں۔ آپؑ کسی ناہموار جگہ سے گذرے تو پھسلنے کی وجہ سے آپؑ کے دوش پر لدا سامان گر پڑا میں نے سنا کہ آپؑ فرما رہے تھے (اللھم ردہ الیّ) خدایا یہ مجھے واپس لوٹا دے یہ روٹیاں تھیں جو بکھر گئی تھیں۔ آپؑ ایک ایک کو اٹھاتے جاتے اور تھیلی میں ڈالتے جاتے، مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے سلام کے بعد آپؑ کا ہاتھ بٹانا شروع کردیا۔ مولا اتنی رات گئے کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا سقیفہ بنی ساعدہ کے فقراء کیلئے غذا لے جا رہا ہوں۔ میں بھی آپؑ کیساتھ چلتا ہوں۔ نہیں تم جاؤ میں خود اپنے دوش پر لادے لے جاؤنگا۔ آپؑ سوئے ہوئے فقراء کے سرہانے ایک ایک روٹی رکھ کر منزل کی جانب روانہ ہوگئے۔

برادر مومن! کیا یہ سبق آموز مثالیں قدر و قیمت رکھتی ہیں یا

نہیں؟ یہ نمونے گراں قدر ہیں یا نہیں؟ باعثِ تخلیقِ کائنات ہوتے ہوئے ان پاک ہستیوں کے تواضع و عاجزی کا یہ حال ہے، تو ہم جیسے پُر تقصیر اور سراپا خطا کار و گنہگار بندوں کا تکبّر و غرور کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

"اسلام کیا چاہتا ہے؟"

اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنی زندگی میں عشق و محبت کے مختلف درجات طے کرے۔ سب سے پہلے اسلام انسانی روح کو عشق و محبت الٰہی سے سرشار کرتا ہے اور انسانوں کو سبق دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عشق کو ہر دوسری محبت پر فوقیت اور ترجیح دے۔ وہ خدا جس نے اسے زندگی کی تمام نعمات، صلاحیتیں اور امتیازات عطا کیے ہیں، اگر ان نعمتوں اور الطاف و اکرام کو ملحوظ رکھا جائے تو ذاتِ واجب الوجود کے سوا کوئی اس بات کا سزاوار نہیں کہ اسکے سامنے خلوص و محبّت کا اظہار کیا جائے۔

پھر اسلام معاشرہ کے تمام افراد کو باہمی میل و محبت کی تاکید کرتا ہے۔ نصیحت کرتا ہے کہ وہ لوگ جنہیں اللہ نے ایک ہستی سے پیدا کیا ہے ان پر لازم ہے کہ ایک دوسرے سے محبت و الفت کا سلوک

کریں، ایک دوسرے پر لطف و محبت کے پاکیزہ جذبات نچھاور کریں۔ کیونکہ سب انسان خلقت اور فطرت کی بنیاد پر آپس میں بھائی بھائی ہیں اس مسلمہ اور بنیادی حقیقت کو ملحوظ رکھا جائے تو انسان کسی صورت اس بارے میں افراط و تفریط کا شکار نہ ہو، کیونکہ بزرگی و کبریائی اللہ تعالیٰ کی ذات سے مخصوص ہے جو بے نیاز ہے اور تمام موجودات ہر جہت سے اسکی نیازمند اور محتاج ہیں ''لوگوں تم سب کے سب اللہ کے محتاج ہو اور صرف اللہ ہی سب سے بے پرواہ قابلِ حمد وثناء ہے''۔

(سورۃ فاطر ۱۵) (مترجم: مولانا فرمان علیؒ)

ان حقائق سے انحراف اور روگردانی کے نتیجہ میں انسان غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے ورنہ جس شخص کے دل میں خدا سمایا ہوا ہو اس پر نعمتوں سے مالا مال ہونے کے باوجود غرور مسلط نہیں ہوتا کیونکہ اسلام انکساری، عاجزی اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام ہر طرح کے متکبرانہ طرزِ عمل کو ناپسند کرتا ہے۔ اسلام اور ایمان کی ضد کفر و الحاد ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے فضلہ سے متعلق سوال کیا گیا تو

آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اسکو انسان میں اسلئے پیدا کیا تا کہ وہ تکبر نہ کرے کیونکہ وہ اپنے اندر فضلہ جیسی نجس شے رکھتا ہے"۔

(تفسیر نمونہ) (ناشر: مصباح القرآن لاہور)

یہ بات راقم الحروف کے مشاہدے میں آئی ہے آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ پست وغریب اقوام اور خاندانوں میں پرورش پانے والے جب معاشرہ میں کسی اچھے مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ متکبر ہو جاتے ہیں اور اس طرح وہ اپنی اس حقارت وذلت کی خانہ پوری کرنا چاہتے ہیں جو غربت وپستی کی وجہ سے ایک زمانے سے انکے دامن گیر تھی ایسے لوگ اپنی شخصیت کو دوسروں کی شخصیت سے ماوراء سمجھتے ہیں، محترم پڑھنے والے اپنے اردگرد اس قسم کے لوگوں کو آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اسکے برعکس جو شخص سنجیدہ اور دور اندیش ہوتا ہے وہ کبھی تکبر نہیں کرتا۔

"اللہ تین آدمیوں کو ناپسند کرتا ہے"

(۱) اللہ تعالیٰ فساق سے نفرت اور بوڑھے فاسق سے شدید نفرت

کرتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو بخیل سے نفرت اور مالدار بخیل سے شدید نفرت ہے۔

(۳) اللہ رب العزت متکبر کو ناپسند اور فقیر متکبر کو بہت زیادہ ناپسند کرتا ہے۔

''اللہ تعالیٰ کے تین محبوب بندے''

(۱) اللہ تعالیٰ متقی سے محبت اور جوان متقی سے بہت زیادہ محبت فرماتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سخی کو پسند اور فقیر سخی کو بہت زیادہ پسند فرماتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کو عاجزی کرنے والا محبوب اور مالدار عاجزی کرنے والا بہت زیادہ محبوب ہے۔

''اقسامِ تکبر''

اپنے آپ کو دوسروں سے اونچا اور بڑا سمجھنے اور اپنے سے چھوٹے یا برابر لوگوں کو نیچا اور چھوٹا سمجھنے کو تکبر کہتے ہیں، جسکے انواع و اقسام میں سے تین اہم اور بنیادی قسمیں یہ ہیں:

(۱) خدا کے مقابلے میں تکبّر

(۲) پیغمبرؐ اور امامؑ کے مقابلے میں تکبّر

(۳) لوگوں کے مقابلے میں تکبّر

خدا کے مقابلے میں تکبّر

خدا کے مقابلے میں تکبر وغرور کی کئی قسمیں ہوتی ہیں کبھی جاہل اور مغرور انسان کو ایسا اچھا موقع ہاتھ لگ جاتا ہے کہ وہ اس حالت میں اپنے آپ کو خودمختار اور بے نیاز سمجھ کر اپنی حیثیت کو اپنی ہی کوشش کا نتیجہ سمجھ بیٹھتا ہے، اپنے آپ کو خدا کی مخلوق و ماتحت ماننے کو تیار نہیں ہوتا اور اپنی حرکات وسکنات سے ظاہر کرتا ہے اور زبان سے کہتا بھی ہے کہ میں نے یہ کیا ہے اور میں یہ کرونگا۔ میں ایسا ہوں، ویسا

ہوں میرا یہ کام کوئی دوسرا ہرگز نہیں کرسکتا، مجھ میں ایسی قدرت ہے، صلاحیت ہے میں ہر کام آسانی سے کرسکتا ہوں گویا اپنی تھوڑی سی ظاہری قوت اور مال و منصب کے نشے میں خدا کو خدائی اور خالق کی ربوبیت کو ماننے سے انکار کردیتا ہے اور اسکے پورے دل پر کفر کی سیاہی چھا جاتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ مومن میں بتایا گیا ہے (ترجمہ) ''ان کے دل میں بڑائی (تکبر کی بے جا ہوس) کے سوا کچھ نہیں حالانکہ وہ لوگ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں تو تم بس خدا کی پناہ مانگتے رہو بیشک وہ بڑا سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے''۔ (سورۃ مومن ۵۶) (مترجم: مولانا فرمان علی نجفی)

ترجمہ:۔ ''جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے انکے دل منکر ہوگئے ہیں اور وہ متکبر و مغرور ہیں'' (سورہ نحل آیت ۲۲)

کبھی یہ تکبر زیادہ ہوتا ہے تو وہ اپنے کنٹرول اور آپے سے باہر ہوکر ربوبیت اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہوئے کہنے لگتا ہے کہ سب کچھ میرے انتظام اور قبضے میں ہے جیسا کہ نادان فرعون کہا کرتا تھا کہ انا ربکم الاعلیٰ ''میں تم لوگوں کا سب سے بڑا پروردگار ہوں''

(سورۃ نازعات آیت ۲۴)

اور کبھی کہتا تھا:

ترجمہ:۔ ''میں اپنے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں پاتا'' (سورۃ قصص آیت ۳۸)

اور بد بخت نمرود کی طرح جو کہتا تھا:

ترجمہ:۔ ''میں ہی جلاتا ہوں اور میں ہی مارتا ہوں''

(سورۃ بقرہ آیت ۲۵۸)

اسکی دلیل کے طور پر دو مجرموں کو قید خانے سے نکلوایا اور ایک کو مروا دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔

انسان کبھی اپنے تکبر کے باعث خدا کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا، جیسا کہ سورۃ نساء میں فرمایا گیا:

ترجمہ:۔ ''اور جو شخص اسکی بندگی سے عار رکھے گا اور شیخی و غرور کریگا خدا عنقریب ان سب کو اپنی طرف بلالے گا (اور ہر ایک کو اسکے کام کی سزا اور جزا دیگا) اور جو لوگ اسکا بندہ ہونے میں عار سمجھتے تھے اور تکبر و غرور کرتے تھے انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کریگا اور وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست نہ پائیں گے اور نہ مددگار''

(سورۃ نساء ۳ے۱۷۲،۱۷)(مترجم: مولانا فرمان علی)

یعنی تکبر و غرور اور شیخی کے باعث اللہ کی عبادت، بندگی اور فرمانبرداری نہ کرنا کفر اور خدا کی خدائی سے انکار ہے ورنہ جس کسی نے اپنے آپ کو بندہ اور خدا کو معبود سمجھ لیا، خود کو اور تمام موجودات کو خدا کی مخلوق جانا تو ناممکن ہے کہ وہ خدا کے مقابلے میں اکڑ سکے۔ ناممکن ہے کہ وہ خدا کی خدائی سے انکار اور اسکے مقابلے میں غرور و تکبّر کرے۔

اس مطلب کی وضاحت کیلئے حضرت امام سجاد علیہ السلام کی مشہور دُعا کا ایک حصہ کافی ہے امام فرماتے ہیں: اے خدا! میں نے جس وقت گناہ کیا تھا میں تیری خدائی سے ہرگز انکاری نہیں تھا، میں نے تیرے حکم کو حقیر اور چھوٹا نہیں سمجھا تھا، تو نے جو عذاب کا وعدہ کیا تھا اسے میں نے معمولی نہیں جانا تھا اور غرور و تکبّر کے باعث تیرے قہر کو دعوت نہیں دی تھی۔ بس ایک گناہ تھا جو میں کر بیٹھا، میرے نفس نے مجھ پر قابو پالیا اور مجھے دھوکا دیا اور خواہش مجھ پر غالب آ گئی" (دُعا ابوحمزہ ثمالی)

خدا کے مقابلے میں تکبر کی قسموں میں سے ایک خدا سے دُعا نہ مانگنا بھی ہے۔ چنانچہ خدا سے دُعا نہ مانگنا اور اسکی عبادت و بندگی نہ کرنا اگر تکبر و غرور کی وجہ سے ہو، دوسرے لفظوں میں اپنے آپ کو خدا کا

محتاج اور نیاز مند نہ سمجھتا ہو، کفر اور جہنم میں جانے کا موجب بنتا ہے۔ چونکہ دُعا یعنی پیدا کرنے والے سے عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی حاجت طلب کرنا ہی اسکی عبادت اور بندگی ہے، لہذا جو کوئی غرور و تکبّر کے باعث دُعا نہیں کرتا، اپنے آپ کو اسکا محتاج نہیں سمجھتا وہ خدا کو عبادت کے لائق نہیں جانتا اور یہ خالص کفر اور جہنم واصل ہونے کا سبب ہے۔ چنانچہ امام چہارم سید السجاد علیہ السلام اس چیز سے پناہ مانگتے ہوئے اپنی دعا میں فرماتے ہیں (ترجمہ): ''تیرے نزدیک سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو غرور و تکبّر نہ کرے، بار بار گناہ کرنے سے بچے اور ہمیشہ بخشش اور معافی مانگتا رہے اور میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تکبّر کروں اور تجھ سے دُعا نہ مانگوں'' (صحیفہ سجادیہ ۱۲)

خدا کے مقابلے میں غرور و تکبّر کی قسموں میں سے ایک قسم شعائر اللہ اور آیات اللہ کے مقابلے میں غرور کرنا ہے۔ یعنی وہ چیزیں جو خدا سے تعلق رکھتی ہیں اور خدا کی محترم قرار دی ہوئی ہیں مثلاً خدا کے احکام، محترم مہینے (رمضان المبارک وغیرہ) کعبہ، متبرک و مقدّس مزارات یا قرآن، عام مسجدیں کیونکہ یہ چیزیں خدا سے منسوب ہیں

اسلئے ان میں سے کسی کے مقابلے پر غرور وتکبر جیسے انکی توہین کا سبب ہوتو حرام اور گناہ کبیرہ ہے وہ خدا سے تکبّر کے برابر ہے۔

اللہ کی محترم اور متبرک قرار دی ہوئی چیزوں کے مقابلے میں غرور کی تمام قسمیں دنیا اور آخرت میں اسی طرح ذلت وخواری کا سبب ہیں، جس طرح عاجزی اور فروتنی دنیا اور آخرت میں عزت اور احترام بڑھاتی ہیں۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے: ''جو خدا کے سامنے جھکتا ہے خدا اسے بلند کرتا ہے اور جو غرور کرتا ہے خدا اسے نیچا دکھاتا ہے''۔

(بحار الانوار۔ ج ۱۶) -

پیغمبرؐ اور امامؑ کے مقابلے میں تکبّر

پیغمبروںؑ اور اماموںؑ کے مقابلے میں تکبّر یہ ہے کہ اپنے آپ کو ان کے برابر یا ان سے اونچا سمجھتے ہوئے انکی اطاعت اور فرمانبرداری کو تیار نہ ہو جس طرح فرعون والے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کیلئے اکڑ اکڑ کر کہتے تھے: ''کیا ہم ایسے دو شخصوں پر ایمان لائیں جو ہم جیسے ہی ہیں حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری خدمت گاری کرتی ہے''۔

(سورۃ مومنون آیت ۴۷)

اور جس طرح دیگر انبیاءؑ اور رُسلؑ سے لوگ کہتے تھے (ترجمہ): ''تم لوگ ہماری ہی طرح کے انسان ہو (اور ہم پر کوئی فضیلت نہیں رکھتے)'' (سورہ ابراہیم آیت ۱۰)

قرآن حضرت نوح علیہ السلام کے قول کو بھی بیان کرتا ہے (ترجمہ): ''(اے پروردگار) جب میں نے انہیں بلایا کہ (یہ توبہ کرلیں) اور تو انہیں معاف کردے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور (مجھ سے چھپنے کو) کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور بہت شدت سے اکڑ بیٹھے'' (سورہ نوح آیت ۷)

اور جس طرح حضرت ختمی مرتبتؐ کے سامنے قریش کے تکبّر کی مانند جو کہتے تھے یہ تو ایک یتیم جوان ہے چونکہ اسکے پاس مال و دولت اور جاہ و جلال نہیں ہے اسلئے یہ پیغمبری کے لائق نہیں ہے۔ ترجمہ:۔ ''اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دو بستیوں (مکہ، طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا''۔

(سورہ زخرف آیت ۳۱) (مترجم: مولانا فرمان علی)

پیغمبرؐ اور امامؑ کے نمائندوں سے اکڑنا

پیغمبرؐ اور امامؑ سے اکڑنا دراصل خدا سے اکڑنا ہے اسی طرح پیغمبرؐ اور امامؑ کے نمائندوں سے اکڑنا اور انکی اطاعت نہ کرنا، انکی نمائندگی اور ذمہ داری کے لحاظ سے پیغمبرؐ اور امامؑ بلکہ خدا کے سامنے تکبّر وغرور کرنا ہے بنابریں اپنے اپنے زمانے کے فقہاء و مجتہدین سے جو حضرت قائمِ آلِ محمدؑ کے نائب اور نمائندے ہیں اگر کسی نے انکے احکام وفتاویٰ ماننے میں غرور کیا یا انکی توہین کی اور انکے فرمائے ہوئے خدائی احکام وفتاویٰ ماننے کی، اپنی حرکات وسکنات اور باتوں سے یہ ظاہر کیا کہ تم کون ہو جو ہم تمہاری تقلید اور پیروی کریں تو لاریب اس نے پیغمبرؐ اور امامؑ کے سامنے تکبّر کیا جو دراصل خدا سے اکڑنے کے برابر ہے اور جو خدائے تعالیٰ کے مقابلے میں غرور کرے اسکے انجام وعاقبت کا تفصیلی ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حضرت حجت بن الحسنؑ فقہاء کے بارے میں فرماتے ہیں:

ترجمہ:۔ (اے ہمارے شیعو) پیش آنے والے حوادث میں انکی طرف رجوع کرو جو ہماری احادیثؑ کو بیان کرتے ہیں، یقیناً وہ ہماری

جانب سے تم پر حجت ہیں اور ہم خدا کی جانب سے ان پر حجت ہیں۔

(بحار الانوار ۳۵-۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء و مجتہدین محمدؐ و آل محمدؑ کی جانب سے ہم پر حجت ہیں، انکی اطاعت و فرمانبرداری جسے اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں مکلف پر واجب اور لازم ہے اور جو غرور کی بنا پر اس بنیادی ضرورت سے غافل رہے، اس نے گویا اپنی ہلاکت کا سامان از خود فراہم کیا۔

اللہ کے بندوں کے مقابلے میں تکبّر

تکبر کی اقسام میں سے تیسری قسم اللہ کے بندوں سے اکڑنا ہے، اسطرح کہ اپنے آپ کو تمام بندوں سے اونچا اور اعلیٰ ظاہر کرے، اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر اور چھوٹا سمجھ کر ان پر بڑائی جتائے، اپنی کوتاہیوں، نقائص اور کمزوریوں سے غافل رہے، دوسروں کیساتھ برابری اسے بُری لگے، راہ میں آگے آگے چلے، سب سے سلام کرنے، انکساری و عاجزی سے جھک کر پیش آنے کی امید رکھے، محفلوں اور مجلسوں میں سب سے بہتر جگہ بیٹھنا چاہے، کوئی نصیحت کرے تو سخت بُری لگے اور قبول نہ کرے، اگر جھوٹ بولے تو کوئی

جھٹلادے تو ناراض ہوجائے، دوسروں پر ہمیشہ احسان جتائے اور ان سے خدمت گزاری کی امید رکھے، خلاصہ یہ کہ اپنے آپ کو لوگوں سے اونچا سمجھے اور رکھے جس طرح وہ اپنے آپ کو حیوانوں سے اونچا اور اعلیٰ سمجھتا ہے۔ اگر مال، منصب رکھتا ہو تو غریبوں اور ناداروں کے ساتھ جماعت کی نماز اور دینی محفلوں میں شرکت کرنے کو تیار نہیں ہو، دراصل ایسا شخص اللہ کے قہر و غضب کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ کی مخصوص صفات، عظمت و بزرگی اور کبریائی میں اسکا شریک بنالیتا ہے، چنانچہ تمام عقلمند لوگ اس سے دور رہتے ہیں، پورا معاشرہ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

سرکارِ دو عالمؐ فرماتے ہیں: تکبّر سے بچو کیونکہ جب کسی بندے کی عادت تکبر ہوجاتی ہے تو خدا حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندے کا نام ظالموں میں لکھ لو۔ (نہج الفصاحہ ص ۱۲)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: تکبّر وخود پسندی کے درجے ہیں: ان درجات میں ایک درجہ یہ ہے کہ خود پسند افراد کی نظروں میں انکے بُرے اعمال بھی اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا ان اعمال کو یہ

لوگ محبوب رکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے بڑے اچھے کام کئے ہیں۔ (وسائل الشیعہ)

دراصل جو کسی مسلمان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس سے برتر جتاتا ہے وہ ابلیس کیطرح ہوگا، جس نے آدم ابوالبشر علیہ السلام کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ بدترین متکبر وہ ہے جو حق کی معرفت رکھتا ہو اور اہلِ حق کو نا چیز سمجھے۔ ایک شخص نے آپؑ سے سوال کیا، یا حضرت! میں اچھے مکان میں رہتا ہوں، اچھا کھاتا ہوں، اچھا پہنتا ہوں، اچھے گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں، غلام اپنے ساتھ رکھتا ہوں، کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپؑ نے فرمایا، یہ سب کچھ دوسروں پر بڑائی اور برتری حاصل کرنے کے خیال سے کرتا ہے؟ اس نے کہا، ہرگز نہیں۔ آپؑ نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے۔ تکبر یہ ہے جو حق سے جاہل ہو اور اہل حق کو ذلیل سمجھے۔ اگر انسان میں یہ تکبر رائی کے دانے کے برابر ہوگا، وہ داخلِ بہشت نہیں ہوسکتا۔

(تزکیہ وتربیت نفس) (ناشر: حمایت حق مبین کراچی)

اللہ کے بندوں سے تکبر کرنے کی مختلف قسمیں اور انکی مذمت میں

قرآنِ حکیم کی متعدد آیات موجود ہیں۔

تکبر ہر حال میں عظیم بدبختیوں کا سرچشمہ ہے، ابلیس اور خلقتِ آدم کی داستان قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں آئی ہے، اس میں اہم ترین نکتہ ابلیس کا تکبّر کی وجہ سے انتہائی بلند و بالا مقام سے محروم ہو جانا ہے کہ جس پر وہ فائز تھا، نہ صرف ابلیس بلکہ ہم نے اپنی آنکھوں سے شیطان صفت انسانوں کو دیکھا ہے یا انکے حالات تاریخ کے سیاہ صفحات میں دیکھے ہیں کہ جس وقت وہ غرور و تکبّر اور خودغرضی کی سواری پر سوار ہوئے تو انہوں نے ایک دنیا کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا، گویا آنکھوں میں اترے ہوئے خون اور جہالت کے پردے نے ان کی ظاہری اور باطنی آنکھوں کو بیکار کر دیا اور وہ کسی حقیقت کو نہ دیکھ پائے۔ انہوں نے دیوانہ وار ظلم و جور کی راہ میں قدم اٹھایا اور آخر کار اپنے آپ کو بدترین گڑھے میں گرا دیا یہ غرور و تکبّر جلا ڈالنے والی اور وحشتناک آگ ہے، جیسا کہ ہو سکتا ہے کہ ایک انسان سالہا سال محنت و مشقت کرے، گھر بنائے، اسکا ساز و سامان جمع کرے اور زندگی کا سرمایہ فراہم کرے، لیکن اسکی تمام محنتوں کا نتیجہ اور ماحصل آگ کا صرف ایک شعلہ

چند لمحوں میں خاکستر کردے، اسی طرح عین ممکن ہے کہ ہزار ہا سال کی عبادتوں کا اجر و ثواب خدا کے سامنے، پیغمبرؐ یا امامؑ کے سامنے یا اللہ کے بندوں کے سامنے ایک گھڑی کے تکبر و غرور کے باعث کھو بیٹھے جیسے شیطان کھو بیٹھا۔

مولا علیؑ کیا فرماتے ہیں؟

آیئے ایک قدم اور آگے بڑھکر اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور میرے مولا و آقا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اس فرمان کو غور سے پڑھیں جو غرور و تکبر اور خود پسندی و خود بینی کی حقیقت کے فہم و تفہیم کیلئے چشم کشا اور بے مثال کتاب ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

"تعجب ہے بنی آدم پر کہ اس کی ابتدا نطفہ ہے اور اسکا آخر مردار (جبکہ وہ بے جان ہوتا ہے، دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے اور مٹی میں مل جاتا ہے) وہ ان دو نجس العین کے درمیان قائم ہے، اس کے جسم میں کئی نجس چیزیں پوشیدہ ہیں، اسکے باوجود وہ تکبر کرتا ہے"۔ (قصار الجمل ج ۱ ص ۱۷۵)

''اسبابِ تکبّر''

برادرِ عزیز! شیطان لاکھ سستی دلائے آپ تکبّر اور اسکی اقسام کی تفصیل پڑھ لیجیے، انشاء اللہ آپ اپنے اندر ایمانی و اخلاقی انقلاب برپا ہوتا محسوس فرمائیں گے۔ اب ہم ان اسباب وعوامل کو مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں جو انسانی تکبّر وغرور اور خود پسندی وخود بینی کا سبب بن جاتے ہیں مثلاً:۔

(۱) علم (۲) عمل (۳) خاندانی شرافت (حسب ونسب)

(۴) مال ودولت (۵) عہدہ ومنصب (۶) حسن وجمال

(۷) طاقت وقدرت (۸) عزت، شہرت

غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی تکبّر کرنا خلافِ عقل ہے۔ علم بھی یا دنیاوی ہے یا دینی وفقہی۔ اگر دنیاوی ہے تو وہ موت پر ختم ہوجاتا ہے بلکہ مرنے سے پہلے بھی مشق نہ کرنے یا بھول کی وجہ سے زائل ہوجاتا ہے، چونکہ اسکا فائدہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کیلئے ہوتا ہے اسلئے اس پر تکبّر کرنا کسی جہت بھی مناسب

نہیں ہے، خصوصاً اس میں لامحدود باتوں کے مقابلے میں صرف محدود باتوں کا علم ہوتا ہے جو کسی طرح بھی غرور کا سبب بننے کے لائق نہیں ہے۔ اگر دینی اور اُخروی علم ہو یعنی ان باتوں کا علم جو معارفتِ الٰہی سے متعلق ہوتی ہیں تو اس کے اثر سے انسان میں تواضع اور خشوع پیدا ہوتا ہے، اکڑ اور غرور پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ترجمہ: ''اسکے بندوں میں خدا کا خوف کرنے والے تو بس علماء ہیں'' (سورہ فاطر آیت ۲۸)

(علماء سے بھی وہ لوگ مراد ہیں جن کا قول ان کے فعل کے مطابق ہو، ورنہ وہ حقیقتاً عالم نہیں بلکہ اُس کی مثال تو ابرِ بارش کی ہے، مگر سچ یوں ہے کہ اُن علماء کا جن کی خدا نے مدح کی ہے، ائمہؑ کے سوا دوسرا کوئی مصداق نہیں ہو سکتا) (تفسیر مولانا فرمان علی)

اور اگر اس کی حالت اس مفہوم سے مختلف ہو تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ علم و معارفتِ الٰہی و دینی کی روشنی سے محروم ہے بلکہ اس نے فقط اصطلاحات یاد کی ہیں اور وہ کوئی ایسی چیز نہیں جن پر فخر اور تکبر کیا جا سکے۔ اس مرض کا شکار انسان خود کو اسقدر عالم و فاضل سمجھنے لگتا

ہے کہ کسی بڑے سے بڑے فقیہ اور عالم کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ جبکہ حقیقت امر یہ ہے کہ جتنا انسان کا علم بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی اسے اپنی حقارت، جہل اور نادانی کا زیادہ احساس ہونے لگتا ہے۔ ایسا شخص جو اپنے علمی مراتب کے ذریعے جہل و نادانی کے درجوں سے آشنا ہوتا ہے بہت زیادہ خود شناس اور خود ساز ہوتا ہے، جو آسانی کیساتھ غرور و تکبّر کے جال میں نہیں آتا۔ تکبّر علمی کی طرح تکبّر عملی کے بارے میں بھی جاننا چاہیئے کہ اگر نیک عمل خشوع و خضوع، عجز اور انکساری کیساتھ ہو جو بندگی کی روح ہے تو خالص عبادت اور قابل قدر ہے اور اگر فخر و ناز کیساتھ اور ریاکاری کیلئے ہو تو بے جان اور بے قدر و قیمت ہے، کیونکہ نیک عمل اسوقت فائدہ پہنچاتا ہے جب خدا کو قبول اور منظور ہو، لیکن کوئی نہیں جانتا کہ اسکا نیک عمل قبول بھی ہوا ہے یا نہیں۔ اسلئے نیک عمل بھی علم کی طرح ہے جو غرور و تکبّر نہیں بلکہ عاجزی و تواضع پیدا کرتا ہے، اب اپنے اعمال کو اہم اور کثیر جان کر کوئی غرورِ عملی کا شکار ہو جائے تو اسکا یہ غرور اسکے تمام اعمال کو اسی طرح کھا جائیگا جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”جو شخص اپنی ذات اور عمل کے مسئلہ میں غرور کا

شکار ہو جائے، وہ ترقی وکمال کی راہ سے بھٹک جائیگا اور ایسی چیز کا دعویٰ کریگا جو اس میں موجود نہیں"۔ (سفینۃ البحار، ج ۲ ص ۱۹۱)

خاندانی شرافت اور شہرت

خاندانی شرافت اور شہرت بھی عام طور پر غرور وتکبّر کا سبب بنتی ہے جو خلافِ عقل وخلافِ شریعت ہے، اگر کوئی ظاہری اور دینوی عزت وشرافت کا مالک ہو مثلاً اسکا باپ حاکم اور بادشاہ تھا تو اس کی ہستی ہی کیا ہے جو غرور وتکبّر کرے، صرف تھوڑے دن چمک دمک رہ کر غائب ہو جاتی ہے اس پر تکبّر و گھمنڈ سخت بے وقوفی اور گھٹیا پن کا ثبوت ہے، پھر کتنے سارے لوگ تھے جو اس پر فخر کرتے تھے اور اب عالمِ برزخ میں بُرے حالوں اور گہرے کھڈوں میں پڑے حسرت سے آہ و نالہ بلند کر رہے ہیں اور یہ بے وقوف ان لوگوں کے نام اور خاندان سے تعلق پر تکبّر کر رہا ہے۔

اگر سیّد اپنے آپ کو شاندار نسل اور حقیقی ومعنوی شرافت سے منسوب کرتا ہے تو اُس کا عمل اور مخلوقِ خدا کے ساتھ اُس کا رویّہ زیادہ سے زیادہ عاجزی اور انکساری ہونا چاہیئے اور تکبّر اور دیگر صفاتِ

رذیلہ سے جو نسلِ شجرۂ سادات کے دشمنوں کی صفات ہیں، پاک وصاف رہنا چاہیئے۔ جو شخص علماء وفقہاء کے خاندان سے وابستہ ہے اسے بھی جان لینا چاہیئے کہ اگر خود عالم مغرور ہے تو وہ علم کی بزرگی اور خوبی سے محروم ہے، پھر اس شخص کا کیا ٹھکانہ ہوسکتا ہے جو کسی عالم سے تعلق اور نسبت کے باعث اپنے آپ کو صاحب فضیلت جتاتا ہے۔

تکبّر پیدا کرنے میں مال ودولت کا کردار

مال ودولت کی کثرت وفراوانی بھی ان چیزوں میں سے ہے جو انسان کو خود پرستی وغرور میں مبتلا کردیتی ہے۔ ایسا شخص ثروت مندی کی بنا پر ''میں'' کی قید میں اسیر ہوجاتا ہے، غریبوں اور ناداروں پر اپنی برتری اور بڑائی جتاتا ہے، اپنے آپ کو ان سے اونچا اور برتر و بہتر سمجھتا ہے، مثلاً کوئی غریب حاجت مند بیمار پڑے تو اسکی عیادت نہیں کرتا چاہے اسکا رشتہ دار یا پڑوسی ہی ہو یا کوئی غریب اس سے کچھ کہے تو اس کی بات پر توجہ نہیں دیتا یا اسکے سلام کا ٹھیک سے جواب نہیں دیتا یا اس سے سختی سے اور بگڑ کر بات کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم جانتے ہیں کہ مال ودولت کی کمی وزیادتی کا انسان کی

خوبی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، چنانچہ عین ممکن ہے کہ روحانی اور اخلاقی خوبیوں کے لحاظ سے نہایت گھٹیا انسانوں کے پاس بھی دولت ہو۔ ثانیاً یہ کہ ایک شخص کے مرنے پر اسکی دولت دوسروں کے پاس چلی جاتی ہے بلکہ کسی حادثے کی وجہ سے اسکے ہاتھ سے دولت کا نکل جانا ہر گھڑی ممکن ہے، چنانچہ کتنے ہی سارے مغرور مالدار ذرا سی دیر میں غریب اور مفلس ہو جاتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے (ترجمہ): ''اور یقین جانو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری آزمائش کی چیزیں ہیں'' (سورہ انفال آیت ۲۸)

قرآن میں مال و دولت اور اولاد کو چند روزہ زندگی کی زینت بھی کہا گیا ہے اور جس چیز کو ربُّ العزّت فتنہ و آزمائش اور عارضی زینت و آرائش کہے وہ کسی جہت سے بھی سعادت اور آرام و آسائش کی سوغات نہیں بن سکتی۔ بہت سے لوگ مال و دولت کے انبار پر بیٹھ کر بھی راحت و آسودگی سے یکسر محروم ہیں اسکے علاوہ ممکن ہے خود مال و دولت، شر اور آفت کا سبب بن جائے، متکبر مالدار کے دل کو سیاہ کر دے، اسے آلودگی، رذالت اور گناہ کی راہ پر ڈال دے اور ویران

کرنے والے سیلاب کی مانند اسکی سعادت کی بنیادوں کو تہس نہس کردے، مالی و مادی اسباب آرام و آسائش کے حصول کا ذریعہ ہیں بذاتِ خود آسائش نہیں۔ مال ایک ایسی زنجیر ہے جسکی کڑیوں کی کوئی انتہا نہیں۔ عاقل انسان اسکو کنٹرول کرلیتا ہے لیکن بے وقوف اسکا اسیر ہوجاتا ہے۔

بعض لوگ تصور کرتے ہیں کہ بے حساب مال و دولت کے ذریعہ امن و سکون کی منزل حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن یہ نہیں جانتے کہ جتنا انسان مادیات کے حصول کیلئے آگے بڑھتا ہے خود سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور آخرکار اس سخت راہ میں اپنے پاک و پاکیزہ احساسات گم کر بیٹھتا ہے۔ یہاں ہم ان دو نشانیوں کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتے ہیں جو دولتِ خدا کی بخشش و رحمت یا اسکی ناخوشی و بلا کے اصول کو سمجھنے کیلئے روایات میں بیان کی گئی ہیں، ایک نشانی تواضع اور دوسری خیرات کی توفیق ہے۔ سو اس دولتمند کی دولت خدا کی رحمت اور بخشش ہوتی ہے جو دولت کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ غریبوں سے اور جھک کر ملتا ہے اور انکی خیرات اور عطیات میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور اس دولتمند کی دولت

مصیبت اور بدبختی کا سبب ہوتی ہے جس کی کنجوسی اور غرور میں دولت کیساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

رسول اکرمؐ حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرماتے ہیں: اے ابوذرؓ! عنقریب میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ وہ نعمت اور دولت والے گھروں میں پیدا ہونگے، ناز و نعمت کے ساتھ عمدہ خوراک اور لذیز غذاؤں سے پرورش پائیں گے، خوشامدی شعراء انکی تعریف لکھیں گے، یہ لوگ میری امت کے بُرے آدمی ہیں۔

(عین الحیاۃ، علامہ مجلسی)

ایک دن حضرت سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں ایک مالدار شخص حاضر تھا ایک غریب و مفلس آدمی بھی شرفِ زیارت کیلئے آ کر اسی مالدار کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ مالدار شخص نے فوراً اپنے لباس کو سمیٹ لیا، رسول خداؐ اس صورتِ حال کو ملاحظہ فرما رہے تھے، آپؐ کے چہرۂ مبارک پر آثارِ حزن وجلال نمودار ہوئے۔ ایک مرتبہ اس مالدار شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم نے اپنا دامن کیوں سمیٹ لیا؟ کیا اس خیال سے کہ تیری امیری اس سے جا لپٹے گی یا اس خیال

سے کہ اسکی فقیری و غریبی کہیں تم کو لگ جائیگی یا اس خیال سے کہ اس کا میلا اور بوسیدہ لباس تمہارے لباس کو آلودہ کردیگا؟ جس خدا نے یہ لباسِ فاخرہ تجھے دیا ہے کیا اسے نہیں دے سکتا یا جس نے اسے فقیر بنایا ہے وہ تجھے محتاج نہیں بنا سکتا؟ یہ سننا تھا کہ اسکا دل کانپ گیا اور زار و قطار رونے لگا پھر ہاتھ جوڑ کر عرض کی یا رحمۃ اللعالمینؐ مجھ سے یہ بہت بڑا قصور ہوا ہے، میں اپنے اس نازیبا سلوک کی تلافی کیلئے اس شخص کو اپنی آدھی دولت دے دیتا ہوں۔ حضورؐ اسکی حق شناسی سے خوش ہوئے اور اس فقیر سے فرمایا تجھے یہ دولت منظور ہے؟ مرد فقیر نے دست بستہ عرض کی حضورؐ مجھے منظور نہیں، پوچھا کیوں؟ اس نے کہا حضورؐ یہ اپنی اس نجاست کو میری طرف پھینکنا چاہتا ہے، جس نے اسکو انسانیت کے مرتبہ سے گرا کر ایسی قبیح صفت کا مالک بنایا ہے، مجھے ایسی امیری سے جو متکبر و مغرور بنانے والی ہو اپنی غریبی ہی پسند ہے۔ مالدار میں انقلاب آ گیا عرض کی حضورؐ! میں نے اپنی ساری دولت بحق فقراء و مساکین وقف کر دی۔ (گناہانِ کبیرہ، شہید دستغیب)

عہدہ ومنصب، حُسن اور پیروکار

مال و دولت کی طرح شان، عہدہ ومنصب، حُسن و جمال اور پیروکار اضافی باتیں اور چیزیں ہیں جو زوال پذیر اور فنا ہونے والی ہیں بلکہ یہ باتیں زیادہ شدید، انکی تکلیف زیادہ سخت اور انکا خطرہ زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ ہم تاریخ میں دولت، شان وشوکت عہدہ و منصب اور مقام ومنزلت کے زوال اور بے اعتباری کی بہت سی داستانیں اور واقعات پڑھتے ہیں۔ شہید محراب آیت اللہ دستغیبؒ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ: ایک عباسی خلیفہ کے بغداد کی جامع مسجد میں بھیک مانگنے کا قصہ بھی مشہور ہے کہ وہ جماعت کی صفوں میں آنکھوں سے اندھا گھومتا اور کہتا تھا: ''اے لوگو اس شخص پر ترس کھاؤ جو کل تک تمہارا بادشاہ تھا اور آج تمہارے سامنے دستِ سوال پھیلائے ہوئے ہے''۔ اسطرح کے اور بہت سارے چشم کشا واقعات سے جو عبرتناک اور شرمناک ہیں اس سے سبق اور عبرت حاصل کی جاسکتی ہے کہ یہ چیزیں اضافی اور ناپائیدار ہیں پھر بھی اگر کوئی غرور اور تکبر کرے تو وہ اس دنیا میں ہی طرح طرح کے خدائی عذاب اور سزا کا مستحق بن جاتا ہے،

غیض و غضبِ الٰہی کا شکار ہو کر دنیا کیلئے درسِ عبرت بن جاتا ہے۔

اے برادرِ دولتمند! دولت پر غرور نہ کر، اے صاحبِ عہدہ و منصب زیادہ نہ اکڑ کہ یہ چیزیں پائدار اور دائمی نہیں بلکہ فنا اور زائل ہونے والی ہیں۔

اے نادان شخص کب تک غرور کریگا؟ اے مشتِ خاک کس بات پر اترایگا؟ تجھ سے پہلے بھی دوسرے گزرے ہیں جنہیں کرسی، اقتدار اور ترقی کی ہوس سے کبھی چین نہیں ملا۔ اس عظمت و منزلت اور شان و شوکت کا کیا نتیجہ نکلا، جو فائدہ نظر آتا تھا اصل میں گھاٹا تھا۔ تو کیا فائدہ نکلا۔ یہ کیسی خوشی ہے، جو تو اپنے آپ کو بھول گیا، تجھے حقیقی عظمت و بلندی اور سرفرازی چاہیئے تو عاجزی کر۔ عاجزی تیرا سر بلند کرتی ہے۔ غرور و تکبر تجھے خاک پر گرا دیتا ہے۔

جسمانی طاقت و قوّت پر غرور و گھمنڈ

یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ انسان کسی وقت بھی کسی بیماری یا مصیبت میں ایسا مبتلا ہو سکتا ہے کہ ہر کمزور سے زیادہ کمزور ہو جائے اور جاں کنی اور قبر کے حالات کی یاد آنے لگے۔

ظاہری حُسن وخوبصورتی

ظاہری حُسن وخوبصورتی پر تکبر کے متعلق بھی سوچنا چاہیئے کہ انسان کا اصلی حُسن اسکی خوبی اور اچھائی سے قائم ہوتا ہے جو تواضع ہے۔ صرف ظاہری حُسن کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی کیونکہ یہ تو عارضی ہوتا ہے جو ممکن ہے کہ چھوٹے سے حادثے سے ہی بالکل جاتا رہے گا، اپنی قبر کے حالات یاد دلادے کہ وہاں اس حُسن پر کیا گذرے گی اور اسوقت بھی اسکے بدن میں گندگیاں بھری ہوئی ہیں اور کھال کے نیچے پیپ خون اور گندگی ہے، دوگز کفن میں زیرِ زمین بچھوؤں اور حشرات الارض کی غذا بننے والا جسم اور اسکا حُسن کیا دنیا میں کچھ اور اہمیت کا حامل تھا؟ پھر تکبر کرنے اور دوسروں کے سامنے اکڑنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

روزِ قیامت اور یوم الحساب پر کامل ایمان اور عقیدہ ہر مسلمان رکھتا ہے، دنیا کے کیسے کیسے بظاہر معزز اور محترم لوگ وہاں ذلیل ہونگے اور کیسے کیسے بظاہر بڑے لوگ چیونٹیوں سے بھی چھوٹے ہوجائیں گے۔ کیسی کیسی حسین شکلیں ایسی بگڑ کر وہاں آئیں گی کہ کتنے

اور سور بھی ان سے زیادہ خوش شکل نظر آئینگے۔

ترجمہ:۔ ''اے عقلمندو! عبرت حاصل کرو'' (القرآن)

''تکبّر کی خطرناک بیماری کا علاج''

یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ غرور و تکبّر ایک خطرناک باطنی بیماری ہے، لیکن قرآن نے اور احادیثِ معصومینؑ میں براہ راست اسپر بحث نہیں کی بلکہ اسکے ظاہری آثار میں سے سادہ ترین اثرات کی نشاندہی کی ہے اور خود پسند متکبروں اور مغروروں کی چال کے بارے میں بات کی ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ تکبّر و غرور اپنے کمترین آثار کی سطح اور درجے پر بھی مذموم، ناپسندیدہ اور شرمناک ہے۔ نیز اس طرف بھی کہ انسان کی اندرونی صفات جو بھی ہوں وہ چاہے یا نہ چاہے انکی جھلک اسکے اعمال میں ضرور نظر آجاتی ہے۔ اسکی چال ڈھال میں، اسکے دیکھنے کے انداز میں، اسکی بات کرنے کے طریقے میں اور اسکے تمام کاموں میں اسکی داخلی اور باطنی صفات جھلکتی ہیں۔ لہذا اگر ان صفات کا کچھ بھی اثر اعمال و کردار میں نظر آئے تو ہمیں فوراً متوجہ ہونا چاہیئے کہ خطرہ نزدیک آگیا ہے اور ہمیں فکر کرنا چاہیئے کہ اس مذموم عادت اور قبیح

صفت نے ہماری روح میں گھونسلا بنالیا ہے، لہذا ہمیں اسکے خلاف مقابلے کیلیے اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔

علمی علاج

غرور وتکبر کا علمی علاج یہ ہے کہ انسان اپنے آغاز وانجام کو دیکھے کہ "اسکی ابتداء نطفہ اور انتہا مردار ہے" اور اپنی کمزوری وشکستگی پر نظر کرے کہ وہ زندگی کے ہر پہلو میں سراپا احتیاج ہے، ہر مرحلہ پر دوسروں کے سہارے کا منتظر، جب پیدا ہوا اسوقت دوسروں کی نگرانی و نگہداشت کا دست نگر، جب مریگا اسوقت دوستوں کا قبر تک پہنچانے کا محتاج، اور جب تک زندہ رہا لباس، رہائش، غذا، دوا، غرض زندگی کی تمام ضروریات میں دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا رہا۔ اگر انسان کو اپنے حسب ونسب اور خاندان پر غرور ہو تو اسے غور کرنا چاہیئے کہ اس میں اسکی کارکردگی کا کیا دخل ہے کہ بلند حسب ونسب اسکے لئے فخر وتکبر کا باعث بن سکے اور اگر مال ودولت کی وجہ سے غرور ہو تو یہ دیکھے کہ یہ کافر وبے دین لوگوں کے پاس بھی بے حساب ہے۔ تو اس پر فخر وناز ہی کیا جس میں ایک کافر بھی بڑھ جائے۔ اور قوت وطاقت پر تکبر ہو تو

ایک چیونٹی کو دیکھے کہ وہ دن بھر چلتی پھرتی ہے اور اپنے سے چار سو گنا بوجھ اٹھا لیتی ہے مگر تھکتی نہیں۔ اور شہد کی مکھی جو ایک قطرہ شہد تیار کرنے کیلئے تین سو پھولوں کا رس چوستی ہے مگر تھکن محسوس نہیں کرتی۔ اور مچھر انتہائی قلیل غذا کے باوجود دن بھر پرواز کرسکتا ہے اور انسان کی قوت و طاقت کہ چند گھنٹے بھی پیدل چلنا پڑے تو طاقت جواب دے جائے۔

غرور کا علمی علاج یہ بھی ہے کہ انسان حیات بعد از موت کی جانب متوجہ اور ملتفت رہے، قبر کے حالات پر غور کرے اور اسے خدا کی عدالت میں بھی جانا ہے جہاں اسکے چھوٹے بڑے اعمال کی تحقیق ہوگی۔ نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ غرور کی بیماری سے چھٹکارے کیلئے ہمیشہ اوپر والے کے بارے میں غور کیا جائے یعنی خدا کی قدرت و عظمت کے سامنے اپنی کمزوری اور مقہوری کو دیکھے تو اس میں عجز و انکسار اور خضوع و خشوع کی حالت پیدا ہو جائیگی جو غرور و تکبّر کی بیماری سے پاک انسان کی صفت اور نشانی ہے۔

عملی علاج

حکماء اور ماہرینِ اخلاقیات کہتے ہیں تکبر و غرور اگر چہ روحانی اور باطنی مرض اور بیماری ہے تاہم دیگر روحانی و اخلاقی امراض کی طرح قابلِ علاج ہے اور اسکا عملی علاج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چونکہ تکبر و غرور کی ضد تواضع ہے اسلئے تکبر کی بیماری کا واحد عملی علاج قول و فعل دونوں میں عاجزی ہی ہے کہ انسان اپنی مہلک بیماری کی تشخیص اور خطرات کے ادراک کے فوراً بعد اس بیماری اور بُری صفت کے برعکس اور برخلاف عمل کرنے کی مشق شروع کردے اور اس سلسلے کو ایک عرصہ تک دوام دے تو رفتہ رفتہ وہ ناپاک صفت اور مہلک مرض زائل ہوتا ہوا نظر آئیگا۔

تواضعِ نفس کی وہ کیفیت اور حالت ہوتی ہے جس سے انسان میں عاجزی اور انکسار پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ خلقت کے مطابق اور حقیقت و اصلیت میں بھی ایسا ہی ہے یعنی انسان اپنی جگہ کچھ بھی نہیں ہے۔ مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام دُعائے کمیل میں اس حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں:

''اے میرے مولا وآقا! تو بھلا میری کیا حالت ہوگی حالانکہ میں تیرا ایک کمزور، ذلیل، حقیر، مسکین اور عاجز بندہ ہوں۔ اے میرے مولا! کن کن معاملات کی تیری حضوری میں شکایت کروں اور کن کن باتوں کیلیے روؤں اور چلاؤں؟ دردناک عذاب اور اسکی سختی پر یا طولانی بلا اور اسکی طویل مدت پر''۔ اسی دُعائے کمیل میں ایک اور جگہ امام المتقین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ترجمہ:۔ ''اے میرے اللہ! میں تجھ سے گڑگڑانے والے، عاجزی کرنے والے، خضوع وخشوع کرنے والے اور رونے پیٹنے والے کی طرح سوال کرتا ہوں کہ تو میری خطاؤں سے چشم پوشی فرمائے، اور مجھ پر رحم فرمائے اور جو کچھ تو نے میرا حصہ لگایا ہے اس پر میں راضی رہوں اور قناعت کروں اور ہر حالت میں تیرے (بندوں) سے تواضع اور انکساری سے پیش آؤں''۔

اسکی اہمیت بتانے کیلیے اتنا کافی ہے کہ ربِ جلیل اپنے حبیبؐ کو تواضع کا حکم دیتا ہے کہ: ''اپنی عاجزی کے بازو ان مومنوں کیلیے پھیلا جو تیری پیروکاری کرتے ہیں''۔ (سورہ حجر آیت ۸۸)

اپنے مقرب بندوں کی اس خوبی کی تعریف میں فرماتا ہے:

"رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عجز و انکسار سے چلتے ہیں"

(سورہ فرقان آیت ۶۳)

اہلِ تشیع کی روایات میں امامت کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ امام کو خدا کی خاطر ہر شخص سے زیادہ منکسر المزاج ہونا چاہیئے۔ (بحار الانوار ۷)

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: قیامت میں تم میں سے مجھ سے زیادہ پیارا اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق زیادہ اچھے اور جس میں تواضع زیادہ ہوگی اور تم میں سے مغرور لوگ قیامت میں مجھ سے سب سے زیادہ دور ہونگے۔ (بحار الانوار)

زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا بھی غرور کی بیماری کا عملی علاج ہے بلکہ تمام عبادتوں کے واجب ہونے کا فلسفہ اور سبب غرور کی بیماری کا دور ہونا اور تواضع و عاجزی کی صفت کا پیدا کرنا ہے کیونکہ عبادت تکبر و غرور کے ساتھ قابل قبول نہیں ہوتی، جیسے ابلیس کی ہزاروں سالہ عبادت و ریاضت ایک گھڑی کے غرور و تکبر کے باعث

ضائع و برباد کردی گئی۔

اے برادرِ مومن! کیا گزشتہ لوگوں کے حالات کا مطالعہ ہمارے لئے باعثِ عبرت نہیں ہونا چاہیئے اور ہمیں خوابِ غفلت سے بیدار اور مستی و غرور سے ہوشیار نہیں ہوجانا چاہیئے۔ فراعنۂ مصر، ملوکِ سبا اور قیصرانِ روم کی تاریخ اور انکی بے حساب ناز ونعمت اور اس افسانوی زندگی کا مطالعہ اور اسکے بعد اس دردناک انجام کا مطالعہ کہ کس طرح ان کے ظلم اور کفر نے انکے غرور اور تکبّر نے انکی زندگی کے اوراق کو لپیٹ کر رکھ دیا، ہم سب کیلئے یہ سب کچھ واضح درسِ عبرت ہے کہ ہم غرور و تکبّر کے اطوار و عادات میں مست اور مدہوش ہونے سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں کی تاریخ پر نظر ڈالیں اور تواضع و عاجزی کا راستہ اپنائیں۔ تواضع اعلیٰ درجہ کی اخلاقی صفت ہے۔ رسول اللہؐ نہایت متواضع طبیعت کے مالک تھے،، غلام کی دعوت قبول فرمالیتے۔ آپؐ فرماتے تھے۔ اے ابوذرؓ! سب سے زیادہ جہنم میں جانے والے متکبّر لوگ ہونگے۔

''غیر مسلم ماہرینِ نفسیات اور دانشور کیا کہتے ہیں؟''

انسان دو مختلف قوتوں یعنی روح اور جسم کا مرکب اور مجموعہ ہے، لہذا وہ آسمانی پہلو کا حامل بھی ہے زمینی پہلو کا مالک بھی، ابدی اور جاویدانی بھی ہے فانی اور ناپائیدار بھی۔ ماہرینِ اخلاقیات و نفسیات اور دانشور معترف اور متفق نظر آتے ہیں کہ روح اور جسم باہم اسقدر پیوستہ اور جزوِ لاینفک کے مانند وابستہ ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے انحراف و آلودگی کا اثر دوسرے پر باآسانی مرتب ہو جاتا ہے، تکبر و خود پسندی بھی انسان کے روحانی و باطنی انحراف میں سے ہے بلکہ رئیس الامراض ہے تو آیئے ہم چند ماہرین و دانشوروں سے بھی معلوم کرتے ہیں، کہ وہ اس صفتِ رذیلہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں:۔

مشہور مغربی فلسفی ''اسپنوزا'' کہتا ہے

''غرور اپنے بارے میں انسان کی حد سے زیادہ خوش فہمی کا نام ہے۔ مغرور انسان حتی الامکان اس فکر کو پروان چڑھاتا ہے لہذا طفیلیوں اور خوشامدیوں کے جھرمٹ میں بیٹھنے کو پسند کرتا ہے اور ایسے نیک صفت و نیک سیرت لوگوں کی صحبت سے گریز کرتا ہے جو اسے اسکی

حیثیت کے مطابق مقام دیتے ہیں۔ اسے ایسے ہی لوگوں کے درمیان مسرت ہوتی ہے جو اسکی کمزوریوں کے باوجود چاپلوسی میں مشغول ہوں اور اسے حماقت کے گڑھے سے وادیِ جنون میں لے جائیں''۔ (فلسفہ نظری ص۱۰۶)

''جو شخص خود اپنے بارے میں جہل کا شکار ہے وہ تمام فضائل کی بنیاد سے بے خبر ہونے کی بنا پر کسی ایک بھی فضیلت سے آگاہ نہیں''۔ (اسپنوزا' فلسفہ نظری ص۱۰۶)

''اپیکٹاتوس کیا کہتا ہے''

''میرے دوست مجھ سے کہتے ہیں کہ کیوں خوب مال نہیں بناتے تاکہ ہمیں بھی کچھ فائدہ ہو۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ کاش میں مال و دولت اور تمہاری محبت و وفا کو ایک ساتھ جمع کرسکوں یعنی مالدار بھی ہو جاؤں اور تم سے دوستی بھی برقرار رکھوں۔ لیکن افسوس کہ مال و دولت مجھے تمہاری مصاحبت سے دور کردے گی۔ تمہارے دوست کا باوفا اور مہربان ہونا اس سے بہتر ہے کہ وہ مالدار لیکن مغرور اور متکبر ہو''۔

ڈاکٹر کارل اپنی کتاب
''راہ ورسمِ زندگی'' میں تحریر کرتا ہے

''معاشرے کو خوش بخت بنانے کیلئے ضروری ہے کہ اسکے افراد ایک مکان کی اینٹوں کی طرح باہم متصل ومتحد ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ لوگوں کو کس سیمنٹ کے ذریعہ اینٹوں کی طرح متصل اور پیوستہ کیا جائے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ سیمنٹ محبت ہے، محبت کرنے کے دو پہلو ہوتے ہیں، ایک پہلو تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی دوسروں سے خود محبت کرے اور دوسرا پہلو یہ ہوتا ہے کہ اپنے کو اس لائق بنائے جس کی وجہ سے دوسرے اس سے محبت کریں۔ جب تک معاشرے کا ہر فرد اپنی ناپسندیدہ عادات وقبیح صفات کو ترک کرنے کی کوشش نہیں کریگا، معاشرہ خوش بخت نہیں ہو سکے گا۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ ہم اپنے کو بدلیں اور اپنے ان عیوب سے نجات حاصل کریں جن کی وجہ سے لوگ ہم سے کتراتے ہیں''۔ (راہ ورسمِ زندگی)

''پروفیسر روبنسون کہتا ہے''

''ہم کو بار ہا یہ اتفاق ہوتا ہے کہ خود بخود بغیر کسی زحمت و پریشانی کے اپنا نظریہ بدل دیتے ہیں لیکن اگر کوئی دوسرا ہمارے نظریہ کی غلطی پر ہم کو مطلع کرے تو پھر دفعتۃً ہم میں ایک انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور ہم اس غلطی کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسکا دفاع کرنے لگتے ہیں ہم کسی بھی نظریہ کو خود بڑی آسانی سے قبول کر لیتے ہیں لیکن اگر کوئی دوسرا ہم سے ہمارا نظریہ چھیننا چاہے تو ہم دیوانہ وار اسکا دفاع کرنے لگتے ہیں، اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری خودخواہی و تکبر کی حسِ مجروح ہوتی ہے، اسلئے ہم تسلیم نہیں کرتے اور اسی لئے اگر ہم سے کوئی کہے کہ تمہاری گھڑی پیچھے ہے یا تمہاری گاڑی بہت پرانی ہے تو ممکن ہے کہ ہم کو اتنا غصہ آجائے جتنا یہ کہنے پر آتا ہے کہ تم مریخ کے بارے میں جاہل ہو یا فراعنہ مصر کے بارے میں تمہاری معلومات صفر کے برابر ہیں آخر یہ غصہ کیوں آتا ہے؟ صرف اسلیئے کہ ہمارے تکبر و انا کو ٹھیس نہ لگ جائے۔ انسانی نیک بختی اور بشری سعادت کی سب سے بڑی دشمن ''خود پسندی'' ہے لوگوں کی نظروں

میں تکبر و خود پسندی جتنی مذموم صفت ہے کوئی بھی اخلاقی برائی اتنی نا پسند نہیں ہے خود پسندی الفت و محبت کے رشتہ کو ختم کر دیتی ہے۔ یگانگت و اتحاد کو دشمنی سے بدل دیتی ہے اور انسان کیلئے عمومی نفرت کا دروازہ کھول دیتی ہے انسان کو چاہیے کہ وہ جتنا اپنے لئے احترام و محبت کا خواہش مند ہو، اتنا ہی دوسروں کی حیثیت و عزت اور وقار کا لحاظ کرے اور ان تمام باتوں سے پرہیز کرے جن سے حُسنِ معاشرت کی خلاف ورزی یا رشتۂ محبت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو"۔

(در جستجوی خوش بختی، انسان کے کمال میں کردار اخلاق)

''خاتمہ کتاب''

ہم اپنے موضوع (کتاب) کا اختتام حضرت سلمان فارسیؓ کی ایک گفتگو پر کرتے ہیں جو حقیقت میں وحی الٰہی اور سنت نبویؐ کا خلاصہ ہے۔ اس حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص نے تحقیر و تذلیل کے طور پر حضرت سلمان فارسیؓ سے کہا: تو کون ہے اور تیری کیا حیثیت ہے؟ تیری کچھ بھی قدر و قیمت نہیں ہے۔۔۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے جواب میں کہا: ''لیکن! میرے اور تیرے وجود کا آغاز تو ایک گندے نطفہ سے ہوا ہے اور میرے اور تیرے وجود کا اختتام ایک بد بودار مردار ہے، اور جب قیامت کا دن ہوگا اور اعمال کے تولنے کیلئے ترازو نصب کئے جائیں گے تو جس شخص کے اعمال کا ترازو بھاری ہوگا وہ شریف و بزرگوار ہے، اور جس کے عمل کا ترازو سبک اور ہلکا ہوگا وہ پست و ذلیل اور کمینہ ہوگا''۔

(نور الثقلین، ج ۵، ص ۶۶۰)

بار الٰہا! ہمارے دل کو حبِ ذات اور کبر و غرور سے (جو تجھ سے دوری کا اصل سبب ہے) نجات دے۔

بارالھا! اس راہ میں جو خطا اور غلطی اب تک ہم نے کی ہے
وہ ہمیں بخش دے۔

بارالھا! ہوائے نفس کے ساتھ مبارزہ و مقابلہ کرنے میں تو
ہماری مدد اور نصرت فرما۔

پروردگار! ہمیں شیطان کے تسلط سے رہائی عطا فرما۔

(آمین)

With Compliment:

Muhammad Amin Merchant

سلسلۂ تربیتِ اسلامی کی کتابیں

ہماری مطبوعات

1	آدابِ میت	مولانا محمد علی شاہ حسینی	علمدار پرنٹرز
2	غیبت	مولانا اصغر علی جوادی	ایس اکیڈمی
3	عفو و درگزر	مولانا محمد عباس شاکری	ایس اکیڈمی
4	عزاداری (سید الشہدا و امام حسین علیہ السلام)	مولانا محمد جواد نوری	ایس اکیڈمی
5	آدابِ نکاح و طلاق	مولانا سید مصطفیٰ الحسینی	ایس اکیڈمی
6	حقوقِ زوجیت	مولانا سید محمد عباس جعفری	ایس اکیڈمی
7	حقوقِ والدین اور اولاد	مولانا جعفر علی سبحانی	نقی پرنٹرز
8	غناء اور موسیقی	مولانا عباس مہدی مجاہدی	نقی پرنٹرز
9	خمس	مولانا محمد علی ممتاز / مولانا شاہ حسین مظفری	ایس اکیڈمی
10	اجتہاد و تقلید	مولانا محمد علی ممتاز / مولانا غلام عباس عارفی	اے ایم پرنٹرز
11	دُعا	مولانا غلام اصغر شمسی	ایس اکیڈمی
12	جھوٹ	مولانا مختار حسین ثقفی	اے ایم پرنٹرز
13	صلۂ رحمی	مولانا سید محمد علی شاہ حسینی	ایس اکیڈمی
14	تہمت	مولانا جعفر علی سبحانی	ایس اکیڈمی
15	لذتِ موت	مولانا محمد عباس جعفری	ایس اکیڈمی
16	منافقت	مولانا محمد شریف مشہدی	ایس اکیڈمی
17	امر بالمعروف	مولانا احمد علی امینی	ایس اکیڈمی

مطبوعات تربیت اسلامی